REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO. R.N. 61/57.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم — وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

جلد ٣٧ — شمارہ ٤٩

POSTEL REGISTRATION NO. P.G.D.P-3

ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ

ہفت روزہ بدر قادیان

ایڈیٹر:- عبدالحق فضل

نائب:- قریشی محمد فضل اللہ

شرح چندہ
سالانہ ٥٠ روپے
ششماہی ٢٥ روپے
ممالک غیر ہم ٢٠٠ روپے بذریعہ بحری ڈاک
فی پرچہ ایک روپیہ

THE WEEKLY "BADR" QADIAN-143516.

ہفت روزہ بدر قادیان

٢٧ ربیع الثانی ١٤٠٩ھ — ٨ فتح ١٣٦٧ ہش — ٨ دسمبر ١٩٨٨ء

اخبار احمدیہ

قادیان ۵ فتح (دسمبر) سیدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے بارہ میں ہفتہ زیر اشاعت کے دوران ملنے والی تازہ ترین اطلاع مظہر ہے کہ حضور پر نور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر و عافیت ہیں اور مہمات دینیہ کے کرنے میں ہمہ تن مصروف ہیں الحمد للہ۔ احباب کرام التزام کے ساتھ اپنے دل و جان سے پیارے آقا کی صحت و سلامتی درازی عمر اور مقاصد عالیہ میں کامیابی کے لئے دردِ دل سے دعائیں جاری رکھیں۔

• مقامی طور پر محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر جماعت احمدیہ قادیان مع محترمہ سیدہ بیگم صاحبہ اور جملہ درویشان کرام واحباب جماعت بفضلہ تعالیٰ خیر و عافیت سے ہیں الحمد للہ۔

سیالکوٹ سے ایک اسیر راہ مولا کی دلگداز داستان

سمبڑیال سیالکوٹ سے ہمارے بھائی مکرم صباح الدین صاحب رقمطراز ہیں:-

"مجھے مباہلہ کے پمفلٹ کی تقسیم کے سلسلہ میں گرفتار کیا گیا۔ اور ٢٨ جولائی ١٩٨٨ء رات ١٠ بجے حوالات سے نکال کر انسپکٹر کے سامنے پیش کیا گیا۔ پولیس انسپکٹر جس کا نام غفار بیگ ہے مجھے مخاطب کر کے بولا کہ پمفلٹ کے پہلے صفحہ پر جنرل ضیاء الحق اور شریعت کورٹ ججوں کے خلاف باتیں لکھی ہیں اور تم نے دیدہ دلیری سے اسے تقسیم کر کے تمام قصبہ کی پُرامن فضاء کو خراب کر دیا ہے پھر اس نے سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس کی شلوار اتار دو اور ساری رات اس کی مرمت کرو۔ چنانچہ کمرے میں موجود چھ سپاہی غلیظ گالیاں دیتے ہوئے مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ پہلے گھونسوں اور تھپڑوں اور پھر ٹانگوں سے (یعنی ٹھڈوں سے) زدوکوب کیا پھر زبردستی میری شلوار اتار دی گئی۔ اور مجھے فرش پر اوندھے منہ لٹا کر چار سپاہیوں نے بازوؤں اور ٹانگوں سے پکڑ کر فرش سے چپکائے رکھا۔ اور پانچواں میری کمر کے اوپر اس طرح بیٹھ گیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کی گرفت میں میری گردن تھی۔ اور چھٹے نے چمڑے کے لتر (LEATHERSTRAP) سے مجھے مارنا شروع کیا۔ انہوں نے مجھے اس طرح جکڑا ہوا تھا کہ میرا جسم مار کھاتے ہوئے بھی ایک ذرہ برابر حرکت زمین سے اوپر نہ کر سکتا تھا۔ میں نے رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا کا ورد شروع کر دیا۔ مجھے مارنے والے ASI کا نام محمد اشرف اور سب انسپکٹر کا نام محمد اسماعیل تھا۔ جب میری برداشت کی طاقت جواب دے گئی تو میں نے اللہ اللہ پکارنا شروع کر دیا جس پر پولیس ملازمین اور بھی مشتعل ہو گئے اور مجھے جھنجھوڑ کر کہا کہ تم کافر ہو "اللہ اللہ" کیوں پکارتے ہو کچھ وقفہ کے بعد انسپکٹر نے سب انسپکٹر کو کہا کہ اسے اپنے کمرے میں لے جاؤ۔ مزید مرمت کرو چنانچہ سب انسپکٹر مجھے اپنے کمرے میں لے گیا اور مجھے کان پکڑنے کو کہا اور اس نے میری کمر اور پیٹھ پر دوبارہ لتر مارنے شروع کئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ باہر چلا گیا۔ اور اس دوران سب انسپکٹر مجھے باقاعدہ گندی گالیاں دیتا رہا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ شروع ہوا کہ جو کوئی کمرے میں آتا مجھے مارتا اور غلیظ گالیاں بکتا ہوا باہر چلا جاتا۔ رات بارہ بجے پولیس والوں نے مولویوں کو بھی بلایا تاکہ ان کو تسلی ہو کہ پولیس والوں نے تشدد کر کے اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ ساڑھے بارہ بجے رات مجھے حوالات میں دوبارہ بند کر دیا گیا، حوالات میں میرے علاوہ تین اور احمدی تھے ملک سجاد احمد صاحب اور سید نعیم الحسن صاحب "مباہلہ" کی تقسیم کے سلسلہ میں گرفتار کئے گئے تھے جبکہ محمود احمد صاحب زرگر کو دکان پر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" لکھنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا تھا۔ مباہلہ کی تقسیم کے سلسلہ میں کیس تو میرے اور سید حفیظ الحسن صاحب کے اوپر تھا مگر پولیس کو چونکہ سید حفیظ الحسن صاحب نہ مل سکے تھے اس لئے ان کے چھوٹے بھائی سید نعیم الحسن کو گرفتار کر لیا تھا۔ اور پھر چھاپہ مار کر اگلی رات کو تقریباً ٢½ اڑھائی بجے دوبارہ سید حفیظ الحسن کے دو اور چھوٹے بھائیوں سید طاہر احمد اور صغیر الحسن جن کی عمر بالترتیب ١٦، ١٣ سال ہے گرفتار کر لیا گیا۔ رات کو ایک بجے پولیس کسں اور مزم کو پکڑنے آئی اور سپاہی اُسے حوالات میں مارتے رہے مگر اس کے ساتھ ایک دفعہ پھر ہمیں بھی پیٹا گیا صرف محمود احمد صاحب زرگر کو غالباً ان کی پیرانہ سالی کی وجہ سے ہاتھ نہیں لگایا گیا۔

حوالات میں بھی ہم نے اذان دے کر نمازیں ادا کیں مگر دوسرے دن جب ہم نے ظہر کے وقت اذان دی تو ایک پولیس والے کو ہمارا اذان دینا نہ بھایا اس نے ہمیں گالیوں سے نوازا اور مکرم سجاد احمد صاحب کے ہاتھ سلاخوں میں سے باہر نکال کر مروڑے اور کہا کہ تم لوگوں نے حوالات میں اگر بھی اذانیں بند نہیں کیں پھر ایک بدمعاش کو جو ہمارے ساتھ حوالات میں بند تھا کہا کہ ان کو اذان دینے سے تم نے منع کیوں نہیں کیا!

—(ادارہ)—

ضروری اعلان

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مکرم سید تنویر احمد صاحب ایڈووکیٹ کو ناظر نشر و اشاعت مقرر فرمایا ہے۔ لہٰذا احباب جماعت آئندہ اس شعبہ سے متعلق براہ راست ان سے خط و کتابت کریں۔

ناظر اعلیٰ قادیان

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے۔ پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر نگران بورڈ بدر قادیان

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

ہفت روزہ بدر قادیان
۸ر فتح ۱۳۶۷ ہش

بمبئی کے مفتی

مباہلے کے کھلے چیلنج کے جواب میں مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دارالعلوم امدادیہ بمبئی نے ایک "دو ورقہ" مطبوعہ مضمون ہمیں بھیجا ہے جس میں نہایت گندی، بازاری اور غلیظ زبان استعمال کی گئی ہے۔ حالانکہ اسلامی تہذیب کو بھی ذریعہ اظہار بنا سکتے تھے جہاں تک چیلنج کے قبول یا عدم قبول کا سوال ہے مفتی صاحب نے بھی دوسرے مکذبینِ احمدیت کی طرح دو طرفہ پالیسی اختیار کی ہے۔ جس کا جواب متعدد مرتبہ انہی کالموں میں دیا جا چکا ہے۔ چنانچہ مفتی صاحب ایک طرف تو تحریر فرماتے ہیں کہ

"یہ چیلنج قبول کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتا ہوں پھر واضح لفظوں میں کہتا ہوں کہ آپ کا چیلنج مجھے منظور ہے" (ص۲) دوسری طرف میدانِ مباہلہ کا مطالبہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ مباہلہ مکہ مکرمہ میں یا مدینہ منورہ میں یا قادیان میں یا جامع مسجد دہلی یا جامع مسجد بمبئی میں یا جامع مسجد فیصل آباد (اسلام آباد) میں ہونا چاہیئے۔

گویا مفتی صاحب مباہلہ کو ایک خواب ہی سمجھ رہے ہیں یہ ہے وہ دورنگی جو موصوف نے اپنے "دو ورقہ" میں اختیار کر رکھی ہے ؎

دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

حقیقت یہ ہے کہ فریق اول کی حیثیت سے اسلامی تعلیم کے مطابق مباہلہ کا چیلنج مرتب اور طبع کروا کر بقول مفتی صاحب ان کے گھر تک پہنچا دیا گیا ہے لہٰذا مباہلہ کا میدان تو ان کا اپنا گھر بن چکا ہے۔ وہ اور کونسے میدانِ مباہلہ تلاش کرنے میں سرگرداں ہیں؟

مفتی صاحب کا فرض ہے کہ یا تو نجران کے عیسائیوں کی طرح صاف الفاظ میں مباہلہ کا انکار کر دیں اور یا پھر چیلنج مباہلہ پر ایک سال گذرنے سے پہلے پہلے جرأت کے ساتھ مباہلہ کو فریق ثانی کی حیثیت سے منظور کر کے اخبارات میں اعلان کر دیں اور آیت مباہلہ کے مطابق ایک سال تک خدا تعالیٰ کی لعنت کا انتظار کریں۔ اور دو طرفہ پالیسی سے توبہ کریں ؎

اس چمن میں پیروِ بلبل ہو یا تلمیذِ گُل
یا سراپا نالہ بن جا یا نوا پیدا نہ کر

مفتی صاحب نے اپنی دو طرفہ پالیسی پر پردہ ڈالنے کے لئے مولوی ثناء اللہ صاحب کے نام پر بھی بہت کچھ واویلا مچایا ہے۔ اس عنوان پر "تبرا" کی اشاعتِ ہذا میں ایک نہایت مفصل مدلل اور ایمان افروز مضمون شائع ہو رہا ہے۔ لہٰذا یہاں اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ اسی طرح اپنے دل کا چور چھپانے کے لئے مفتی صاحب تحریر فرماتے ہیں:-

"مولانا عبدالحق مرحوم کے ساتھ مباہلہ کا نتیجہ سامنے ہے" (دو ورقہ ص۲)

اس کا جواب سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے قلم حقیقت رقم سے ملاحظہ فرمائیے۔

"عبدالحق نے مباہلہ کے لئے بہت اصرار کیا تھا اور مجھے اس کے ساتھ مباہلہ کرنے میں تامل تھا کیونکہ جس شخص کی شاگردی کی طرف وہ اپنے تئیں منسوب کرتا تھا وہ میرے خیال میں ایک صالح آدمی تھا یعنی مولوی عبداللہ صاحب مرحوم غزنوی .... اس لئے میرے دل نے عبدالحق کے لئے کسی بددعا کو پسند نہیں کیا۔ بلکہ میری نظر میں وہ قابلِ رحم تھا ...... بہرحال مباہلہ میں جو اس نے چاہا کیا مگر میری دعا کا مرجع میرا ہی نفس تھا اور میں جناب الٰہی میں ہی التجا کر رہا تھا کہ اگر میں کاذب ہوں تو کاذبوں کی طرح تباہ کیا جاؤں۔ اور اگر میں صادق ہوں تو خدا میری مدد اور نصرت کرے۔"

(حقیقۃ الوحی ص۲۳۲)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عبدالحق غزنوی کے لئے مباہلہ کے موقعہ پر کسی بددعا کو پسند نہیں کیا تھا۔ لیکن مولوی عبدالحق غزنوی جو لاولد اور ابتر ہو کر مرا اس نے اپنی بیوہ بھابی سے شادی کر کے اس سے لڑکا پیدا ہونے کی امید پر اسے مباہلہ کا نتیجہ قرار دیا تھا اس پر اللہ تعالیٰ کی غیرت جوش میں آئی اور وہ امید بھی اس کی پوری نہ ہوئی اور خسر کم جہاں پاک کا وہ مصداق بن گیا حضور فرماتے ہیں:-

"عبدالحق غزنوی ثم امرتسری نے مباہلہ کے بعد اپنی نسبت مباہلہ کا اثر یہ ظاہر کیا تھا کہ میرا بھائی مر گیا ہے۔ اور اس کی بیوہ سے میں نے نکاح کیا ہے۔ اور اس کو حمل ہو گیا ہے اور اب اس کو لڑکا پیدا ہو گا۔ اور وہ مباہلہ کا اثر سمجھا جائے گا۔ مگر اس حمل کا انجام یہ ہوا کہ کچھ بھی پیدا نہ ہوا اور اب تک وہ باوجود گذرنے چودہ برس کے نامرادی اور ذلت کی زندگی بھگت رہا ہے۔ اور برخلاف اس کے مباہلہ کے بعد میرے گھر میں کئی لڑکے پیدا ہوئے اور کئی لاکھ انسان نے میری بیعت کی اور کئی لاکھ روپیہ آیا۔ اور دنیا کے کناروں تک عزت کے ساتھ میری شہرت ہو گئی اور اکثر دشمن مباہلہ کے بعد مر گئے۔ اور ہزار ہا نشان آسمانی میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے۔"

(حقیقۃ الوحی حاشیہ ص۴۴۴)

پس مولوی عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کا نتیجہ سامنے ہے کہ وہ لاولد اور نامراد مرا اور خدا کے مقدس مسیح کے مقابل پر آنے کی وجہ سے آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس کا نام و نشان مٹا دیا۔ اس کے مقابل پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد

(باقی صفحہ پر)

تیزی سے اب زمانہ کروٹ بدل رہا ہے
چابک کوئی خدا نے شاید اسے لگایا

وقتِ انقلاب سے پیامی کی چاپ سن رہا ہوں
دور استہ وہ دیکھو کوئی شاہسوار آیا

طاہر تجھے مبارک یہ ساعت مبارک
کہ دعائے نیم شب نے اپنا اثر دکھایا

مستِ الست ہو کر نکلا رہِ خدا میں
حسنِ ازل کا جلوہ ہر آنکھ کو دکھایا

زمزم کی میٹھی میٹھی مے جانفزا پلا کر
دنیا کے بتکدے کو بیت الحرم بنایا

پتھر دلوں کو توڑا کس سادگی سے تو نے
الفت کا پیام بن کر تو انقلاب لایا

مغرب کے بادہ کش نے توحید کی اذاں دی
محبت نے تیری ایسا جادو اثر دکھایا

ظلمت کے لشکری کا نام و نشاں مٹا کر
فاروق کا زمانہ اک بار پھر دکھایا

جاگو سحر ہوئی ہے ظلمت کدہ کو چھوڑو
نغمہ سحر کا نغمہ ارض و سما نے گایا

تیزی سے اب زمانہ کروٹ بدل رہا ہے
چابک کوئی خدا نے شاید اسے لگایا

(خلیل الرحمٰن رضوی ۔ ربوہ)

خطبہ جمعہ

سب سے پہلی قابلِ توجہ بات نیتوں کا فساد ہے دنیا میں جتنی بدیاں پھیلتی ہیں

وہ نیتوں کے فساد سے پھیلا کرتی ہیں، اُن کا آغاز دلوں میں مخفی طور پر شروع ہوتا ہے یا آغاز جڑ پکڑتا ہے

اور اس کے نتیجہ میں رفتہ رفتہ وہ بدی ایک معیّن خیال اور پھر ایک عزم کی شکل اختیار کر لیتی ہے

از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۱۴ر اخاء (اکتوبر) ۱۳۶۷ ہش ۱۹۸۸ء بمقام مسجد فضل لندن

مکرم عبد الحمید غازی صاحب لندن کا مرتب کردہ یہ بصیرت افروز خطبہ جمعہ ادارہ بدر شکریہ کے ساتھ اپنی ذمہ داری پر ہدیہ قارئین کر رہا ہے۔ (ایڈیٹر)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور اقدس نے سورۃ ہود کی مندرجہ ذیل آیات تلاوت کیں:۔

حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَمۡرُنَا وَفَارَ التَّنُّوۡرُ ۙ قُلۡنَا احۡمِلۡ فِیۡهَا مِنۡ کُلٍّ زَوۡجَیۡنِ اثۡنَیۡنِ وَاَهۡلَكَ اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَیۡهِ الۡقَوۡلُ وَمَنۡ اٰمَنَ ؕ وَمَاۤ اٰمَنَ مَعَهٗۤ اِلَّا قَلِیۡلٌ ۝ وَقَالَ ارۡکَبُوۡا فِیۡهَا بِسۡمِ اللّٰهِ مَجۡرٖٮهَا وَمُرۡسٰٮهَا ؕ اِنَّ رَبِّیۡ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝ وَهِیَ تَجۡرِیۡ بِهِمۡ فِیۡ مَوۡجٍ کَالۡجِبَالِ ۟ وَنَادٰی نُوۡحُ ۣابۡنَهٗ وَکَانَ فِیۡ مَعۡزِلٍ یّٰبُنَیَّ ارۡکَبۡ مَّعَنَا وَلَا تَکُنۡ مَّعَ الۡکٰفِرِیۡنَ ۝ قَالَ سَاٰوِیۡۤ اِلٰی جَبَلٍ یَّعۡصِمُنِیۡ مِنَ الۡمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الۡیَوۡمَ مِنۡ اَمۡرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَیۡنَهُمَا الۡمَوۡجُ فَکَانَ مِنَ الۡمُغۡرَقِیۡنَ ۝

(سورۃ ہود - ۴۱-۴۴ : ۱۱)

فرمایا:۔

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ "یہاں تک کہ جب ہمارا عذاب کا حکم آجائے اور چشمے پھوٹ پڑیں، تو ہم کہیں گے کہ تو ہر قسم کے جانوروں میں سے جوڑے اپنے ساتھ لے لے اور اپنے خاندان کے افراد کو بھی۔ سوائے ان کے جن کے متعلق خدا تعالیٰ کی تقدیر پہلے سے ظاہر فرمادی گئی ہے۔ اور ان کو بھی ساتھ لے لے جو تجھ پر ایمان لاتے ہیں۔ لیکن افسوس! ایسے بہت کم تھے جو حضرت نوح (علیہ السلام) پر ایمان لاتے تھے۔ چنانچہ جب وہ طوفان آگیا تو حضرت نوح (علیہ السلام) نے اپنے ساتھیوں سے کہا، اس میں سوار ہو جاؤ، اللہ ہی کے حکم اور اس کے نام کے ساتھ، اس کا چلنا اور اس کا لنگر انداز ہونا ہے۔ میرا ربّ بہت بخشش کرنے والا اور بار بار رحم فرمانے والا ہے۔ وہ ان کو ایسی موج کے درمیان لیکر چلتی تھی جو پہاڑ کی طرح تھی۔ اس وقت حضرت نوحؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا جو ایک طرف گھاٹی میں تھا، اور کہا کہ اے میرے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں سے نہ ہو۔ اُس نے جواب دیا کہ میں ایک پہاڑ کی طرف پناہ لوں گا۔ جو مجھے ان پہاڑ جیسی موجوں سے بچا لے گا۔ نفظی معنی ہے۔ پانی سے بچا لے گا۔ پہاڑ جیسی موجوں' میں نے اس لئے کہا ہے کہ اس سے پہلے قرآن کریم فرما چکا ہے کہ ایسی موجوں کے درمیان کشتی چل رہی تھی۔ جو پہاڑ کی طرح تھیں۔ اور یہ موازنہ فرمایا گیا ہے کہ ایک طرف ایک ایسی کشتی میں کچھ لوگ سوار تھے جن کو پہاڑ جیسی موجوں سے خطرہ لاحق تھا۔ دوسری طرف ایک ایسا شخص تھا۔ جو ان موجوں کے مقابل پر واقعۃً خشکی کے پہاڑ میں پناہ ڈھونڈ رہا تھا۔ لیکن کیا ہوا؟ جب حضرت نوحؑ نے یہ جواب سُنا تو فرمایا۔ آج کوئی چیز خدا کے حکم سے بچا نہیں سکتی۔ اور ان دونوں کے درمیان ایک موج حائل ہوگئی اور وہ غرق ہونے والوں میں سے ہوگیا!"

میں نے آج ان آیات کی تلاوت ایک خاص مقصد سے کی ہے۔ جہاں تک مقصد کا تعلق ہے میں بظاہر اُس سیلاب کا ذکر کروں گا۔ جس کا تذکرہ آپ نے اخبارات میں پڑھا ہے جو مغربی پاکستان اور سابقہ مشرقی پاکستان یعنی بنگلہ دیش میں پچھلے دنوں آیا اور اُس نے بہت بڑی تباہی پھیلائی۔

جہاں تک سیلاب کی تباہ کاریوں کا تعلق ہے، دونوں جگہ کے موسمیات کے ماہرین کی رائے یہ ہے کہ ایسا سیلاب، گزشتہ سو سال اور بعض نے یہاں تک کہا کہ گزشتہ تین سو سال کی تاریخ میں بھی معلوم نہیں اور سیلابوں کا جو ذکر بھی ملتا ہے۔

اتنا خوفناک سیلاب

اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔

لیکن اس وقت میرا موضوع یہ سیلاب نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے پہلے فقرے میں یہ کہا کہ بظاہر میرے مضمون کا تعلق اس سیلاب سے ہے۔ واقعہ

"میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

پیشکش:۔ عبد الرحیم و عبد الرؤف، مالکان حمید ساری مارٹ۔ صالح پور، کٹک (اڑیسہ)

یہ ہے کہ اس قسم کے سیلاب آتے بھی ہیں۔ اور چلے بھی جاتے ہیں لیکن یہ سیلاب بعض علامتیں ہیں۔ اور بعض امور کی طرف متوجہ کرنے کے لئے آیا کرتے ہیں۔ مومن کا کام ہے کہ انگلی جس طرف اشارہ کر رہی ہو اُس طرف دیکھے اور محض اُنگلی پر نظر جما کر نہ بیٹھ جائے۔ غالب نے کیا خوب کہا ہے کہ ؎

قطرے میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل بچوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

اس لئے وہ نگاہیں جو سیلاب تک آ کر ٹھہر گئی ہیں، وہ بچوں کا کھیل کھیل رہی ہیں۔ امر واقعہ یہ ہے کہ خصوصاً اُن سیلابوں کا جو محض حادثاتی عوامل کا نتیجہ نہ ہوں بلکہ خدا تعالیٰ کے غضب کی تقدیر کو ظاہر کرنے والے ہوں، ایک پس منظر ہوا کرتا ہے۔ اور آپ کو اُس پس منظر میں گناہوں کا ایک سیلاب دکھائی دے گا۔ پس خدا کی تقدیر، جو کبھی ظلم نہیں کرتی، دراصل اُس سیلاب کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ایسی ظاہری آفات کے پیدا ہونے کے سامان فرمایا کرتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہورِ مبارک سے پہلے بھی ایک ایسا ہی گناہوں اور معاصی کا طوفان برپا تھا جس کے متعلق قرآنِ کریم نے فرمایا۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (روم ۴۲: ۳۰) یہ معاصی کا ایک ایسا سیلاب ہے جس نے تری ہی کو نہیں خشکی کو بھی ڈھانک لیا ہے۔ یعنی وہ علاقے جو پانی والے علاقے کہلاتے ہیں، صرف اُن میں ہی اس ظلم نے غلبہ نہیں کیا بلکہ دنیا کے ہر حصّے ہر خطّے پر یہ ظلم غالب آ چکا ہے پس مومن کا کام ہے کہ وہ فراست سے

خدا تعالیٰ کے اشاروں کو سمجھے

اور ان امور کی طرف متوجہ ہو جن کی طرف خدا تعالیٰ کی اُنگلی یا اس کی تقدیر کی اُنگلی اشارہ کرتی ہے۔ مسلمان ممالک میں خصوصیّت کے ساتھ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں ایک وبا بڑی تیزی سے بڑھ رہی ہے اور وہ ہے۔ تصور یعنی نظریہ اور عمل کا تضاد اور ہم دن بدن یہ دیکھ رہے ہیں کہ تصور اور سمت میں رواں ہے اور عمل اور سمت میں رواں ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان فاصلے بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ چنانچہ اسلام کو زندہ کرنے کی جتنی زیادہ کوششیں کی جا رہی ہیں، اور اسلام کا نام بلند کیا جا رہا ہے۔ اُتنا ہی زیادہ مسلمانوں کا عمل تنزّل پذیر ہے۔ اور ہر جگہ جرم بڑھتا اور پھیلتا چلا جا رہا ہے اور واقعۃً ایک ایسے سیلاب کی شکل اختیار کر چکا ہے جس میں تمام کی تمام قوم غرق ہوتی ہوئی۔ یا ہوتی ہوئی دکھائی دے رہی ہے۔

خصوصیّت سے پاکستان میں جو حالات ہیں

وہ حد سے زیادہ قابلِ فکر ہیں۔ ہر قسم کے جرائم دن بدن ترقی پا رہے ہیں۔ خلاصۃً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جان کی وہاں کوئی حرمت نہیں رہی۔

- مال کی کوئی حرمت نہیں رہی۔
- عزت کی کوئی حرمت نہیں رہی۔

اور حلال اور حرام کی کوئی تمیز نہیں رہی۔ اور وہ ساری بدیاں، جو بڑی بڑی طاقتور قوموں کو بھی، ہلاکت کے گڑھے تک پہنچا دیا کرتی ہیں۔ وہ اپنا سر اُٹھا رہی ہیں اور معاشرے کو دن بدن مغلوب کرتی چلی جا رہی ہیں

میں اس وقت یہاں محض یہ کہنے کے لئے بھی کھڑا نہیں ہوا کہ پاکستان میں عمومی طور پر کیا ہو رہا ہے۔ بلکہ میرا مضمون جس کا میں آج ذکر کرنے لگا ہوں اس سے بھی پرے ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ جب موسم ٹھنڈا ہو تو اس موسم کا اثر بند کمروں میں بھی پہنچ جایا کرتا ہے۔ جب موسم گرم ہو تو اس موسم کا اثر بھی بند کمروں میں پہنچ جایا کرتا ہے۔ جب سمندروں کے پانی چڑھتے ہیں تو جزائر کو بھی غرق کرنے لگتے ہیں۔ اس لئے ایسے موقع پر سب سے زیادہ قابلِ فکر بات یہ دکھائی دیتی ہے کہ جماعت احمدیہ جو اس سیلاب میں ایک جزیرے کی حیثیت رکھتی ہے۔ اُس نے اپنے دفاع کے لئے اور اپنے آپ کو ایسے فتنوں سے بچانے کے لئے کیا کارروائی کی ہے؟ اور باشعور طور پر جماعت احمدیہ ہر جگہ اس سیلاب سے بچنے کے لئے کیا کوئی کوشش کر رہی ہے یا نہیں کر رہی؟ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو جس طوفانِ نوح کی خبر دی گئی تھی۔ اُس طوفان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام بات دنیاوی سیلابوں سے ہی کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ بڑے بڑے طوفان اور بڑے بڑے سیلاب آئیں گے۔ لیکن جب اُن سے بچنے کی باتیں فرماتے ہیں تو

"کشتیٔ نوح"

کا مطالعہ کر کے دیکھ لیجئے، اس میں کہیں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس قسم کے جہاز بنانا۔ اس قسم کی کشتیاں بنانا، اپنے مکان، خشکیوں میں، ٹیلوں پر اس طرح تعمیر کرنا، بلکہ اِن دنیاوی ذرائع میں سے کسی کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ تمام باتیں وہ ہیں جن کا دین اور اخلاق کی درستی سے تعلق ہے۔

حضرت مرزا بشیر احمدؓ نے "کشتی نوح" کا جو نچوڑ "ہماری تعلیم" کے عنوان سے پیش کیا ہے، اس کو آپ پڑھ کر دیکھ لیں۔ بات سیلاب کی چلتی ہے کہ تم نے اس سیلاب سے بچنا ہے۔ اور ذرائع یہ بیان کئے جاتے ہیں کہ جھوٹ نہ بولو۔ بدی نہ کرو۔ کسی بھائی پر ظلم نہ کرو۔ تکبّر نہ کرو۔ غرضیکہ یہ تمام کی تمام تعلیم دینی ہے۔ اس کو روحانی بصیرت کہتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کیونکہ خدا شناس تھے اور خدا تعالیٰ کے اشاروں کو اپنے زمانے میں سب سے زیادہ بہتر سمجھتے تھے اس لئے آپ نے سیلاب کے خطرات کے وقت بچنے کے وہ طریق بتائے جو دراصل سیلاب کے پس منظر سے بچنے کے طریق ہیں۔ ایسے سیلاب کیوں آتے ہیں جو خدا تعالیٰ کے غضب کو ظاہر کرتے ہیں۔ آپؑ کی نظر اس طرف گئی۔ اور جماعت کو یہ نصیحت فرمائی کہ اِن آفتوں سے بچنے کے لئے اپنے دل کی، اپنے نفس کی آفتوں سے بچاؤ کے سامان پیدا کرو۔

پس یہ کہنا کہ پاکستان میں اخلاقی لحاظ سے تباہ کاری ہے یا بنگلہ دیش میں ہے یا ہندوستان میں ہے یا بدقسمتی سے بعض دیگر مسلمان ممالک میں ایسی آفتیں ہیں۔ ہمیں کچھ بھی فائدہ نہیں دے گا۔ جب تک ہم اپنے آپ کو اس کشتی میں سوار نہ پائیں جو اِن آفتوں سے بچانے کے لئے اس زمانے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے قائم فرمائی ہے۔

اس لئے مختصراً میں اُن آفتوں کا ذکر کرتا ہوں جو اس وقت کثرت کے ساتھ بالخصوص پاکستان میں پھیل رہی ہیں۔ اور جماعت کو متوجہ کرتا ہوں کہ ان آفات سے بچنے کا فکر کریں۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو یہ آیات جن کی میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے، صاف مطلع کر رہی ہیں کہ پھر خدا کی پکڑ سے ایسے لوگوں کو، کوئی چیز بچا نہیں سکے گی۔ چنانچہ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو ایک تمثیل کے طور پر پیش فرمایا گیا ہے۔ مطلب صرف یہ نہیں کہ حضرت نوحؑ کے بیٹے تھے۔ جو اُس زمانے میں حضرت نوحؑ سے بنیادی اختلاف رکھتے ہوئے قوم میں پیدا ہونے والی بدیوں کا شکار ہو گئے تھے۔ قرآن کریم تو صاف بتا رہا ہے کہ حضرت نوحؑ پر تو بہت تھوڑے لوگ ایمان لائے تھے۔ پھر حضرت نوحؑ کے بیٹے کو نمایاں اور امتیازی طور پر کیوں پیش کیا گیا! حضرت نوحؑ کی بدنامی تو نعوذ باللہ مقصود نہیں تھی۔ یہ کہنا تو مقصود نہیں تھا کہ حضرت نوحؑ اپنی اولاد کی بھی تربیت نہیں کر سکے کیونکہ حضرت نوحؑ اور چند ان لوگوں کی خاطر جو آپؑ پر ایمان لائے تھے باقی ساری قوم کو غرق کر دیا گیا تھا۔ اس لئے حضرت نوحؑ کے بیٹے کو نمایاں طور پر پیش فرمانا، ایک پیغام، ایک مقصد رکھتا ہے۔ اور مراد یہی ہے کہ ایسے وقت میں جبکہ خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکے، اس وقت کوئی دنیاوی تعلق اور کوئی جسمانی تعلق انسان کو بچا نہیں سکتا۔ ایک ہی کشتی ہے جو ایسے موقعے پر انسان کو بچا سکتی ہے اور وہ

اعمالِ صالحہ کی کشتی ہے

چنانچہ جب حضرت نوحؑ نے خدا سے عرض کیا کہ اے خدا! (قرآن کریم اس کا ایک دوسری جگہ ذکر فرماتا ہے) یہ تو میرا اہل ہے اور میرے اہل کے متعلق تو تو نے خوشخبری دی تھی کہ تیرے اہل کو بچایا جائے گا۔ تو اللہ تعالیٰ

نے فرمایا اے نوح! جاہلوں میں سے مت ہو۔ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ (ہود ۴۷، ۴۶ : ۱۱)

تیرا یہ بیٹا تیرے اہل میں سے نہیں ہے۔ اس لئے نہیں ہے کہ یہ صالح اعمال نہیں رکھتا۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی اس زمانہ میں "کشتیٔ نوح" پیش فرمائی ہے۔ وہ اعمال صالحہ کی ہی کشتی ہے۔ اس لئے جماعت کا وہ حصہ جو اپنی کمزوریوں پر اصرار کرتا ہے اور خدا تعالیٰ کے ظاہر ہوتے ہوئے غضب کو دیکھنے کے باوجود جرأت کرتا ہے اور اپنے حال پر قائم رہتا ہے اس کے متعلق نہ صرف یہ کہ ضمانت نہیں دی جاسکتی بلکہ یہ آیت کریمہ بتا رہی ہے کہ وہ خدا جس نے اپنے پیارے نوحؑ کے بیٹے کو بھی ایسے وقت میں استثنائی طور پر معاف نہیں فرمایا۔ تم جو نسبتاً ادنیٰ درجے کے لوگ ہو اور خدا کے کم پیاروں کی اولاد ہو تمہارے تحفظ کی بھی ہرگز کوئی ضمانت نہیں دی جاسکتی۔ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ۔ (ہود ۴۴ : ۱۱)

"الیوم" سے مراد وہ زمانہ ہے جس میں خدا تعالیٰ اپنے غضب کے ساتھ ظاہر ہوا کرتا ہے۔ عام دنوں میں خدا تعالیٰ کی بخشش کا مضمون اور رنگ میں چلتا ہے اور رنگ میں کارفرما ہوتا ہے۔ عام دنوں میں خدا تعالیٰ کی ستاری کا مضمون اور طرز پر چلتا ہے۔ اور رنگ میں ظاہر ہوا کرتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی بخشش اور ستاری اور خدا تعالیٰ کی مغفرت اتنی وسیع ہیں کہ انسان اُن کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ لیکن "الیوم" وہ دن جبکہ خدا نافرمانوں کی پکڑ کے فیصلے کرتا ہے اور اُن کے متعلق تعزیری کارروائی شروع کر دیتا ہے وہ دن نہایت خطرناک دن ہیں اور قرآن کریم کی یہ آیات ہمیں متنبہ کرتی ہیں کہ ایسے دنوں میں جرأت نہ کرنا ورنہ بعید نہیں کہ خدا کی ستاری کی چادر تم سے کھینچ لی جائے۔ اور تمہیں بھی انہی سزاؤں کا سزاوار قرار دیا جائے جو خدا تعالیٰ کے پیاروں کے معاندین کی سزائیں ہوا کرتی ہیں۔

پس اس تنبیہ اور اس تمہید کے ساتھ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ خیال کرلینا کہ جماعت احمدیہ کی چار دیواری میں بالعموم یہ اقرار کر کے داخل ہوجانا کہ ہم احمدی ہیں ہرگز کافی نہیں ہے۔ اور یہ خیال کرلینا کہ جماعت احمدیہ اُن تمام بدیوں سے پاک ہے جو بدیاں اردگرد کے ماحول میں کثرت سے ملتی ہیں، یہ بھی ایک جاہلانہ تصور ہے۔ جیسا کہ میں نے بیان کیا، یہ ناممکن ہے کہ ماحول سرد ہو اور کسی کمرے میں کلیتہً اُس [illegible] کا اثر نہ پہنچے۔ جتنا ماحول سرد ہوتا چلا جائے گا اتنا ہی کمرے کو گرم رکھنے کے سامان مہیا کرنے پڑیں گے۔ ماحول گرم ہو تو چار دیواری سے گھرا ہوا مقفل کمرہ بھی گرم ہونے لگتا ہے اور لازم ہے کہ اس کو ٹھنڈا کرنے کے سامان کئے جائیں۔ اس لئے جماعت احمدیہ میں یہ ساری بدیاں ضرور موجود ہوں گی جو ماحول میں پائی جاتی ہیں۔ اور مختلف سمتوں سے راہ پکڑ رہی ہوں گی۔

قرآن کریم نے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے کی جو تاریخ پیش فرمائی ہے اور اُس میں منافقین کا ذکر فرمایا ہے، کمزوروں کا ذکر فرمایا ہے، وہ بھی وہی روح رکھتا ہے جو حضرت نوحؑ کے بیٹے کا ذکر رکھتا ہے۔ یعنی نعوذ باللہ من ذالک، اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جیسے مزکی کے زمانے میں بھی یہ حال تھا صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ جب مزکی آیا کرتے ہیں تو جو لوگ اپنے نفوس کو اس کے حضور تزکیہ کے لئے پیش نہیں کرتے، وہ ان مزکیوں کے وجود سے فائدہ نہیں اٹھایا کرتے۔ پس ضروری ہے کہ تم بھی اپنے نفوس کو ایک آنے والے مزکی کے حضور تزکیے اور صفائی کی خاطر پیش کردو۔

پس اس پہلو سے اگر اس زمانے میں بھی کمزوریاں اور بدیاں ملتی ہیں تو اس زمانے میں ہمارا اس امکان سے قطعی آنکھیں بند کرلینا اُس کبوتر کی طرح ہوگا جو بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کرلیتا ہے اور اپنے آپ کو خطرے سے محفوظ سمجھتا ہے۔

وہ چند بدیاں جو خصوصیت کے ساتھ اس وقت میرے پیش نظر ہیں اُن کا ذکر میں ضروری سمجھتا ہوں۔ اور خصوصیت کے ساتھ پاکستان کی تمام جماعتوں کو متنبہ کرتا ہوں کہ اُن کو اپنے اصلاحی پروگرام میں پیش نظر رکھیں اور

یہ وقت ہے کہ اِن بدیوں کے خلاف جہاد کیا جائے

میں نے دیکھا ہے کہ میں جب کبھی اس مضمون پر خطبے دیتا ہوں۔ انفرادی طور پر مجھے خطوط ملتے ہیں، کچھ لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور وہ ذکر کرتے ہیں کہ خدا کے فضل سے ہمیں اس سے فائدہ پہنچا۔ لیکن بعض دفعہ باوجود اس کے کہ جماعتوں کو خاص طور پر متوجہ کیا جاتا ہے کہ آپ باقاعدہ مستقل پروگرام کے مطابق اِن بدیوں کے خلاف جہاد کریں، جماعتی رپورٹوں میں، کچھ دیر کے بعد وہ ذکر آنا ختم ہو جاتا ہے۔ یعنی جہاں تک نظام جماعت کا تعلق ہے وہ ہر ملک اور ہر شہر میں یکساں اطاعت نہیں کرتا۔ یکساں تعمیل نہیں کرتا۔ اور پھر رفتہ رفتہ یہ بات آئی گئی ہو جاتی ہے۔ اور لوگ سمجھتے ہیں کہ ہاں ماضی میں ایک بات کہی گئی تھی [illegible] اس کو کہیں تک کوئی لے کر آگے بڑھے۔

[illegible] وہ بدیاں ہیں جن کا میں ذکر کرنے لگا ہوں جو [illegible] رکھ رہی ہیں۔ اور دن بدن بڑھ رہی ہیں۔ ان کے [illegible] کا قصہ [illegible] نہیں سکتا، جب تک ان کی بیخ کنی نہ ہو جائے۔ یہ سوچ لینا بڑی جہالت ہوگی۔ کہ جن دنوں میں خطبہ آیا تھا اُن دنوں میں ہم نے بدیوں کے خلاف جہاد شروع کیا تھا۔ اور تعمیل ہو گئی ہے۔ اگر بدیاں باقی ہیں، تو تعمیل کیسے ہوسکتی ہے؟

جب تک مرض باقی ہے دوا کی ضرورت پڑتی رہے گی

اس ضمن میں جماعتوں کی انتظامیہ کو متوجہ کرتا ہوں کہ اپنے پروگرام میں ان کو باقاعدہ داخل کریں اور ایک ایسا منصوبہ بنائیں جس کے نتیجے میں پھر وہ اِن باتوں کو بھول نہ سکیں اور مستقلاً اُن میں سے کچھ لوگ نگران رہیں اور اُس منصوبے کے نتیجے میں ایسا جائزہ لینے والا انتظام بھی ہو کہ جو اس کی تکمیل کی کارروائی پر نظر رکھتا رہے۔

سب سے پہلے قابلِ توجہ بات نیتوں کا فساد ہے۔ دنیا میں جتنی بدیاں پھیلتی ہیں وہ نیتوں کے فساد سے پھیلا کرتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔ ایک تو آپ کے مشہور حدیث اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ رہنی چاہیئے لیکن ایک اور موقعے پر آپؐ نے فرمایا۔ اَلَا وَاِنَّ فِی الْجَسَدِ مُضْغَةً اِذَا صَلَحَتْ صَلَحَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ كُلُّهٗ (صحیح البخاری۔ کتاب الایمان۔ باب فضل من استبرأ لدینہ)

کہ خبردار! انسان کے جسم میں ایک لوتھڑا ہے۔ اگر وہ لوتھڑا صحیح رہے تو

مومن کا کام ہے کہ وہ فراست سے خدا تعالیٰ کے اشاروں کو سمجھے
(ارشاد حضور ایدہ اللہ)

پیشکش: گلوب ربر مینوفیکچررس ۲/۸ راجندرا مرآئی کلکتہ ۷۰۰۰۲۳
فون: 27.0441
گرام: "GLOBEXPORT"

سارا جسم صحیح رہتا ہے اور اگر وہ لوتھڑا بگڑ جائے تو سارا جسم بگڑ جاتا ہے اور فساد کا شکار ہو جاتا ہے ..... اَلَا وَھِیَ الْقَلْبُ۔ خبردار! وہ لوتھڑا دل ہے۔ تو مراد یہ ہے کہ

جب بھی دُنیا میں بدیاں راہ پاتی ہیں۔

ان کا آغاز دلوں میں مخفی طور پر شروع ہوتا ہے یا آغاز جڑ پکڑتا ہے اور اس کے نتیجے میں رفتہ رفتہ وہ بدی ایک معین خیال اور پھر ایک عزم کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ پھر وہ عملی جامہ پہنتی ہے۔ پھر وہ انفرادی بدی، رفتہ رفتہ قومی بدی بننے لگتی ہے۔ اس لئے سب سے پہلے نیتوں کی اصلاح ضروری ہے۔ اور جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے بدقسمتی سے ہماری قوم میں ہر جگہ آغاز ہی سے بدنیتی داخل ہو چکی ہے۔ جو بچے تعلیم پاتے ہیں وہ یہ سوچ رہے ہوتے ہیں کہ تعلیم پانے کے بعد ہم یہ بڑے عہدے حاصل کر کے اس طرح امیر بنیں گے اسی طرح بددیانتیاں کر کے قومی اموال کو غصب کریں گے جس طرح ہمیں وہ لوگ دکھائی دے رہے ہیں جو بہت اچھے حال میں ہیں۔ جن کا رہن سہن ہمیں متاثر کرتا ہے۔ اور اُن کا طریق یہ ہے کہ کوئی انجینئر ہے کوئی ڈپٹی کمشنر ہے کوئی ج.ی (سپرنٹنڈنٹ پولیس) ہے۔ کوئی دنیا کا اور عہدے دار ہے۔ ہر ایک نے اپنی ایک شان بنائی ہوئی ہے وہ شان، اتنی بڑی ہونے والی نسل کو دکھائی دے رہی ہوتی ہے۔ اس پر وہ اثر انداز ہو رہی ہوتی ہے اور یہ کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہوتی کہ یہ شان کس طرح بنی ہے۔!

امر واقعہ یہ ہے کہ یہ سارے لوگ اگر دیانتدار بن جائیں، دیانتدارانہ زندگی بسر کریں، تو بجائے اس کے کہ یہ قابل رشک دکھائی دیں، یہ قابل رحم دکھائی دینے لگیں گے۔ اور لوگ حکومت کی نوکری سے خوف کھائیں گے کہ کیسا عذاب ہے۔ دن رات کی مصیبت، دن رات کی محنت خواہ انجینئر ہو خواہ ج.ی ہو، خواہ D.C. ہو۔ بڑی بھاری ذمہ داریاں ہیں اور جو تنخواہ ملتی ہے وہ اتنی کہ بمشکل سفید پوشی کا بھرم رکھا جا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔

تو جو کچھ اُن کے گرد دکھائی دیتا ہے وہ شان دکھائی دیتی ہے جو جھوٹ پر قائم ہے، اور وہ قوم کا ہر بچہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے۔ اس سے کوئی چھپی ہوئی بات نہیں ہوتی کہ

ایسی شان میں جھوٹ اور فساد شامل ہیں

چنانچہ یہ بات اُس کی نیت میں اُسی وقت سے شامل ہو جاتی ہے۔ ایک انسان تاجر بننے کی سوچ رہا ہے۔ اُس نے تاجروں کی شان و شوکت دیکھی ہے۔ دن بدن، تیزی کے ساتھ روپیہ بڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دیانتداری کے ساتھ اتنی تیزی سے روپیہ نہیں بڑھا کرتا۔ چنانچہ جب وہ تاجر بننے کی سوچتا ہے تو اُس کی نیت میں وہ فساد داخل ہو چکا ہوتا ہے۔ جو بظاہر کامیاب تاجروں کی نیت میں داخل تھا اور جس نے ان کو آناً فاناً ناجائز ذریعے سے کمائی ہوئی دولت کا مالک بنایا۔ پس اسی طرح جب آپ زندگی کے دوسروں شعبوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو آپ کو ہر جگہ نیتوں کا فساد دکھائی دیتا ہے۔ بعض لڑکے مخلوط تعلیم کے کالج میں داخل ہوتے ہیں۔ بعض لڑکیاں مخلوط تعلیم کے کالجوں میں داخل ہوتی ہیں، اور اس سے پہلے اگلی نسل کو رنگ رلیاں کرتے ہوئے دیکھ چکے ہوتے ہیں۔ اُن کے دل میں تعلیم کے ساتھ ساتھ، مخفی طور پر ایک یہ کیڑا بھی ہوتا ہے کہ ہم بھی اسی طرح عیش و عشرت کی زندگی بسر کریں گے۔ اسی طرح آزادانہ میل ملاپ کریں گے اور تب معاشرے کی جھلکی سے وہ متاثر ہو چکے ہوتے ہیں وہ ایک بدنیتی کا بیج ان کے دل میں جگہ لے لیتی ہے۔

اس قسم کی بدنیتیاں عام ہیں۔ اور ان بدنیتوں سے دور کرنے کے لئے تقویٰ کا معیار بلند کرنا ضروری ہے۔ اور لازماً نئی معیار درست کرنے ضروری ہیں۔ یہ بہت ہی محنت کا کام ہے اور بہت ہی تفصیلی توجہ چاہتا ہے۔ اور ایک عرصے کے بعد جب بچے بڑے ہو جائیں، اُس وقت یہ کام بہت مشکل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے میں نے جماعت کو بار ہا توجہ دلائی ہے کہ بچہ جب پنگھوڑے میں ہو جب ماں کی گود میں ہو، جب آپ اُسے گودیوں میں اچھال کر اُس سے کھیلتے ہیں، جب اس کی معصوم پیاری باتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوتے ہیں۔ یہ وہ زمانے ہیں جبکہ

نیتیں سیدھی کرنے کا وقت ہوا کرتا ہے

اُسی وقت کی سیدھی کی ہوئی نیتیں ہمیشہ درست رہتی ہیں۔ اُس وقت اخلاقی تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ اور بچپن کا وہ ابتدائی زمانہ جب کہ ابھی اس پر عبادت فرض نہیں ہوئی ہوتی، وہ زمانہ نیتوں کو درست کرنے میں سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ نماز سے پہلے نیت ضروری ہے۔ اور انسانی زندگی کی تعمیر اور اُس کا رُخ ڈھالنے کے لئے بچپن سے اس کی نیت کی درستی ضروری ہے تب وہ نماز کے دور میں داخل ہوگا۔

یہاں میں نیت کا مضمون ایک وسیع رنگ میں بیان کر رہا ہوں۔ ایک لمبے عرصے پر پھیلی ہوئی نیت کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

وہ بچہ جس کی نیت آپ درست کر دیتے ہیں، وہ عبادت کا اہل بن جاتا ہے اور پھر عبادت سے استفادہ کرنے کا اہل بن جاتا ہے۔ وہ بچہ جس کی نیت میں فتور شامل ہو جاتا ہے اُس بچے کے متعلق آپ کوئی ضمانت نہیں دے سکتے۔ اور یہاں ماں باپ دونوں کے اعمال کا بچے کی نیت پر بہت گہرا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے میں نے بارہا توجہ دلائی ہے کہ ماں باپ اپنے گھر میں جو اثر پیدا کر رہے ہیں اُسکے متعلق متنبہ رہیں۔ وہ یہ خیال نہ کریں کہ اُنکے بے تکلف جھوٹ، اُنکے بے تکلف بددیانتی تذکرے اُن کے مذاق مذاق میں ایسے واقعات بیان کرنا جن سے ان کی چالاکیاں ظاہر ہوتی ہوں۔ اور دوسروں کے اموال لوٹنے کے تذکرے ہوں کہ ہوشیاری کے ساتھ ہم نے فلاں کو اس طرح دھوکہ دیا اور فلاں کو اس طرح دھوکہ دیا، بعض لوگ گھر میں اس قسم کی باتیں کر کے فخر کر رہے ہوتے ہیں۔

لیکن وہ جو کچھ بھی کرتے ہیں، جس قسم کی باتیں وہ گھر میں کرتے ہیں اُن کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اُن کے اثرات بچوں کی زندگی پر گہری چھاپ اور نقش ہو جایا کرتے ہیں اور بعض دفعہ وہ انمٹ ہو جاتے ہیں۔ وہ نقوش اُن کی زندگی کو بنانے یا بگاڑنے میں سب سے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ اس لئے سب سے پہلے تو گھروں کے ماحول کو اس نیت سے صاف اور درست کرنے کی ضرورت ہے کہ ماں باپ یہ یقینی طور پر جان لیں کہ اس معاملے میں وہ خدا کے حضور جوابدہ ہوں گے۔ اگر ان کی بداخلاقیوں کی وجہ سے اولاد کی نیتوں میں فتور پیدا ہو گیا تو پھر وہ اُن کی تمام عمر کی بداعمالیوں میں حصے دار قرار پائیں گے۔

یہی وہ مضمون ہے جو قرآن کریم کی اس آیت میں بڑی وضاحت سے بیان ہوا ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکاح کے موقعے پر تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَلۡتَنۡظُرۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ لِغَدٍ (سورۃ الحشر ۱۹: ۵۹)

کہ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو۔ اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، خدا کا خوف کرو، اور ہر جان اس بات کی نگران رہے کہ وہ کل کے لئے کیا آگے بھیج رہی ہے۔

میں نے اس پر بار بار روشنی ڈالی ہے کہ یہاں کل سے مراد صرف "اگلا جہان" نہیں۔ وہ کل نہیں جو مرنے کے بعد آئے گا۔ بلکہ وہ "کل" بھی ہے جو ہماری زندگیوں میں ہماری اولاد کی شکل میں مستقبل کی صورت میں ظاہر ہوگا اور ہمارے مرنے کے بعد آنے والی نسلوں کے

اعمال کی شکل میں ظاہر ہو گا۔ ہماری جن کمزوریوں کا اُس "کل" سے تعلق ہے اُس کے متعلق خدا تعالیٰ ہمیں متنبہ فرماتا ہے کہ تم ہمار سے سلسلے جو بارہ ہو گئے اور ہم تمہیں آج متنبہ کر رہے ہیں۔

پس اس پہلو سے ایسے پروگراموں کی ضرورت ہے۔ جیساکہ میں نے بیان کیا ہے یہ ایک لمبا کام ہے تفصیلی محنت کا محتاج ہے۔ حکمت کا محتاج ہے کہ جماعتیں اپنی اپنی توفیق کے مطابق ایسے پروگرام بنائیں کہ خاندانوں کو متنبہ کرنے کی مشینری قائم ہو جائے۔ ایک ایسا کارخانہ بن جائے جس کے نتیجے میں مستقلاً اس موضوع پر ماں باپ کی تربیت کے سامان پیدا ہوتے رہیں

اس کے علاوہ خدام الاحمدیہ، انصار اللہ اور لجنات میں نیت کے مضمون کے اوپر مختلف تقاریر ہونی چاہیئیں۔ اس موضوع پر مقابلے کروائے جا سکتے ہیں کہ نیتوں کا فتور کس طرح قوموں کو ہلاک کیا کرتا ہے۔ ان قوموں کی تاریخ سے ہمیں کس طرح استفادہ کرنا چاہیئے؟ اور جماعت احمدیہ کیا طریق اختیار کرے جس کے ذریعے ہماری نسلیں پاک اور صاف اور واضح نیتوں کے ساتھ جوان ہو رہی ہوں؟

یہی پیغام ہے جو میں اپنے افریقہ کے دورے میں افریقہ کو دیتا آیا ہوں۔ میں اُن کو بتاتا رہا ہوں کہ آپ کے بچوں کی نیتیں ابھی سے بگڑ چکی ہیں۔ سارا ماحول اتنا گندہ ہو گیا ہے کہ جب تک آپ اپنی آئندہ نسلوں کی نیتوں کی درستگی کی طرف توجہ نہ کریں آپ کی تعمیر نو ہو نہیں سکتی۔ اس غرض کے لئے جہاں احمدیہ سکول ہیں سکولوں میں ایسے نصاب داخل کئے جا سکتے ہیں۔ اور بالعموم جماعتی نظام کے تابع اور ایسے ذرائع اختیار کئے جا سکتے ہیں کہ آئندہ نسلوں کی نیتوں کو درست رکھنے کے متعلق کھول کھول کر جماعت کے سامنے تدابیر پیش کی جائیں۔ اور پھر ایسے اقدامات کئے جائیں جن سے افراد کی مدد ہو۔ صرف ماں باپ پر نہ چھوڑا جائے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کریں۔ بلکہ جماعت ان کی مدد کرے اور عملاً اُن کو اس قابل بنائے کہ وہ اپنی اولاد کی تربیت کر سکیں

اس ضمن میں ماں باپ کی تربیت کے اجلاس بلائے جا سکتے ہیں۔ بعض باتیں ایسی ہیں جن کا تعلق بچوں سے ہے لیکن بچے براہ راست مخاطب نہیں ہو سکتے۔ ماں باپ کی تربیت کے سکول ہونے چاہئیں۔ ان کو بتانا چاہیئے کہ یہ خرابیاں قوم میں جڑ پکڑ گئی ہیں اور پھیل رہی ہیں اور ان سے اپنے بچوں کو بچانا ضروری ہے۔ ورنہ اس کشتی سے باہر چلے جائیں گے۔ جو کشتی اس زمانے میں مومنین کی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ نے دوبارہ تعمیر فرمائی ہے۔

نیت کے بعد دوسرا پہلو جو نیت سے ہی پھوٹتا ہے۔ یعنی ہر باقی پہلو جو میں بیان کروں گا، وہ سب نیت سے پھوٹ رہے ہیں۔ وہ ہے کسی کی جان، عزت اور مال سے کھیلنا۔ ہمارے معاشرے میں یہ بدیاں دن بدن پھیل رہی ہیں۔ اور وہ جماعت میں بھی داخل ہو رہی ہیں۔ اس لئے یہ فخر کرنا کہ ہم ان سے بہتر ہیں، بالکل غلط بات ہے۔

اگر ہم بہتر ہیں تو یہ فخر کا نہیں، شکر کا مقام ہے

لیکن اگر ہم اُتنے بہتر نہیں جتنا ایک الٰہی جماعت کو ہونا چاہیئے تو پھر یہ شرم کی بات بن جاتی ہے۔ بہتر ہونا فخر کا مقام نہیں شکر کا مقام ہے لیکن جتنا بہتر ہونا چاہیئے وہ اگر نہ ہوں تو پھر یہ قابلِ شرم بات ہے اور ہم اس بات کے اہل نہیں رہتے کہ دوسروں کو بچا سکیں۔ اگر ایک آدمی تیرنا جانتا ہو۔ تو ضروری نہیں کہ وہ کسی ڈوبتے ہوئے کو بچا سکے۔ ڈوبتے ہوئے کو بچانے کے لئے بہت اچھا تیرنا آنا چاہیئے۔ اور جسم میں اُسی نسبت اتنی طاقت بھی ہونی چاہیئے جماعت احمدیہ کو دوسروں کے بچانے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لئے اگر

معاشرے کو سنبھالنا ہے تو جن بدیوں کا میں ذکر کرتا ہوں ان بدیوں سے جماعت کا کلیتہً اجتناب ضروری ہے اور جماعت کا معیار اس پہلو سے بہت بلند ہونا چاہیئے۔

اب غیر کے مال پر بدنیتی سے نظر رکھنا اور پھر اُس کو ہتھیانے سے کوئی پرہیز نہ کرنا۔ یہ ایک ایسی بدی ہے جو کثرت سے تیسری دنیا کے ملکوں میں پھیل گئی ہے۔ مسلمان ہوں یا غیر مسلمان ہوں یہ ایک ایسی بدی ہے جو عام ہے۔ اور بدقسمتی سے احمدیوں کے متعلق غیر احمدی یہ شکایت کرتے ہیں کہ فلاں شخص پر ہم نے اعتماد کیا اور اس وجہ سے کیا کہ وہ احمدی تھا۔ یہ توقع رکھ کر امانت اُس کے سپرد کی کہ چونکہ یہ احمدی ہے اس لئے امانت میں خیانت نہیں کریگا لیکن وہ سارا روپیہ کھا گیا ہے۔ اور بعض دفعہ اس میں مبالغہ بھی نظر آیا لیکن بعض دفعہ سچا واقعہ بھی نظر آئی۔ ایک موقعے پر ایک ملک کے ایک غیر مسلم نے مجھے خط لکھا کہ فلاں صاحب احمدی تھے اور میں اگرچہ مسلمان بھی نہیں ہوں۔ مگر احمدیوں کی بڑی عزت کرتا ہوں۔ میرا عمومی تجربہ یہ ہے کہ احمدی دیانتدار ہوتے ہیں۔ لیکن میں اُس ظالم شخص پر اعتماد کر بیٹھا۔ اُس نے نہ پھر میرے احسان کا خیال کیا۔ نہ اپنی احمدیت کا خیال کیا اور بڑی بے شرمی کے ساتھ میرا روپیہ ہضم کر گیا جب میں نے تحقیق کرائی تو بات درست تھی۔ اُس کے متعلق جو کارروائی ہو سکتی تھی کی گئی، مگر جب غیر کی طرف سے طعنہ آتا ہے تو بہت ہی شدید تکلیف پہنچتی ہے اس لئے

جماعت احمدیہ کو دوسرے کے اموال، دوسرے کی عزت

اور دوسرے کی جان کا احترام سکھانا ضروری ہے۔ اور اس پہلو سے مجھے ڈر ہے کہ بہت سی کمزوریاں ہمارے اندر داخل ہو چکی ہیں۔ اور بعض جگہ اس قسم کے برائی کے اڈے بن چکے ہیں جو پھر آگے برائیوں کو پھیلانے کے لئے منظم طریق پر کارروائیاں کرتے ہیں۔

بعض لوگ شائد یہ خیال کریں کہ اس دور میں جماعت کی برائیوں کا اس طرح تذکرہ کرنا ہمارے لئے خفت کا موجب ہو گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ برائیاں خفت کا موجب ہیں لیکن ان کی اصلاح کے لئے جہاں تک اُن کا ذکر ضروری ہے، وہ ذکر کرنا خفت کا موجب نہیں ہے بلکہ تقویٰ اور سچائی کی علامت ہے۔ اس لئے میں ایسے ذکر سے نہیں رک سکتا جس کے نتیجے میں اصلاح مقصود ہے اور جس کے بغیر اصلاح ممکن نہیں۔ اس لئے مجھے مجبوراً یہ باتیں کھول کر آپ کے سامنے رکھنی ہیں۔

میں نے بارہا آپ سے کہا ہے، مال کے متعلق میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ایسے لوگ جو آپ کو ایسا لالچ دیتے ہیں جو عام دنیاوی دستور کے مطابق معقول بات نہیں۔ آپ سے یہ کہتے ہیں کہ روپیہ بڑی تیزی سے بڑھ جائے گا۔ اور تم بہت جلدی امیر بن جاؤ گے۔ اس لئے یہ روپیہ دو۔ آپ یقین جانیں کہ وہ بددیانت لوگ ہیں۔ اور اُس میں ایسے لوگوں کی علامت یہ شرط ہوتی ہے کہ روپیہ ہمارے سپرد کرو۔ اور ایسا لالچ دیتے ہیں کہ شروع میں روپیہ بظاہر آپ کے سپرد رہتا ہے۔ لیکن کچھ دیر کے بعد رفتہ رفتہ اعتماد قائم ہو کر روپے کا کنٹرول دوسری طرف انتقال کر جاتا ہے۔ اور انتقال ان معنوں میں بھی کر جاتا ہے کہ آپ کی طرف سے روپیہ مر جاتا ہے۔ تو یہ لوگ ایسے ہیں جن کے خلاف جماعت کو متنبہ رہنا چاہیئے۔ اور وہاں بھی نیتوں کا فتور ہے۔ جو اُن کو نقصان پہنچاتا ہے۔ آپ ایسے روپے کے لالچ میں مغلوب ہو جاتے ہیں جس کے متعلق آپ کا نفس اندرونی طور پر گواہی دیتا ہے کہ یہ درست بات نہیں ہے۔ ایسا ہونا نہیں چاہیئے چنانچہ اکثر دھوکا دینے والے اس قسم کے سبز باغ دکھا کر لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں اور دھوکا دینے والے جس کو دھوکا دیتے ہیں وہ جب تک اپنے نفس کو دھوکا نہ دے، وہ دھوکے کا شکار نہیں ہو سکتا

یہ ایک باریک نفسیاتی نکتہ ہے

جس کو آپ کو پیشِ نظر رکھنا چاہیئے۔ اگر آپ کا نفس خود آپ کو دھوکا دینے کا اہل نہیں ہے اور آپ اُسے مغلوب کر چکے ہیں اور اپنے نفس کے دھوکے میں خود نہیں آتے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ پھر دنیا کا کوئی دھوکے باز آپ کو دھوکا نہیں دے سکتا۔

بعض دفعہ ایسے مومن بھی نقصان اٹھا لیتے ہیں لیکن اُسکی اور وجوہات ہیں اُس کی تفصیل میں جانے کا ذکر نہیں۔ مگر ہمیشہ وہی لوگ دھوکا کھاتے ہیں۔ جو

خود اپنے نفس کو دھوکا دینے کے عادی ہوتے ہیں

اس لئے اموال کے معاملے میں اپنے نفسوں کو صاف کریں اور اپنی نیتوں کو صاف کریں اور کسی لالچ کا شکار نہ ہوں۔ اگر آپ کسی لالچ کا شکار نہیں ہوں گے تو دوسرا قدم یہ ہوگا کہ آپ آئندہ دوسروں کو بھی دھوکا نہیں دیں گے۔ اس لئے جماعت کی اصلاح کے لئے صرف یہ کہنا کہ دوسروں کو دھوکا نہ دو۔ بات یہاں سے شروع ہونی چاہیئے کہ اپنے آپ کو دھوکا نہ دو۔ اسی لئے میں کہہ رہا ہوں کہ نیتوں کی صفائی بہت ضروری ہے لیکن باریک نظر سے اس کی صفائی ضروری ہے۔ اور ایسے مضامین کھول کھول کر جماعت کے سامنے رکھنے چاہئیں کہ جب کبھی تمہارے سامنے کچھ ایسے اقتصادی معاملات ہوں جن میں تمہیں ایکدم روپیہ بڑھانے کی دعوت سامنے آئے تو اُس وقت اپنے نفس کو ٹٹولا کرو۔ اور آنکھیں بند نہ کیا کرو۔ یہاں آنکھیں بند کرنے کا مضمون واقعۃً اطلاق پاتا ہے۔ کیونکہ جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے بڑے بڑے سمجھدار لوگ بھی بعض دفعہ دھوکے میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

وجہ یہ ہے کہ اُن کے نفس کی طاقت اُنکی سمجھ سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے

ایک آدمی ان کے سامنے ایک ایسی پیشکش کرتا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اگر آج میں ایک ہزار روپیہ کسی کے سپرد کردوں یا فلاں کام میں لگادوں تو کل یہ روپیہ دس ہزار ہو جائے گا۔ اگر عقل لالچ سے قوی ہو تو وہ یہ کہے گی کہ ہاں! ہو تو سکتا ہے۔ بعض صورتوں میں بڑھ جایا کرتا ہے لیکن چونکہ یہ غیر معمولی بات ہے اس لئے میں پوری چھان بین کروں گا۔ چونکہ ایسی صورتوں میں یہ خطرہ بھی ہے کہ میرا روپیہ ضائع ہو جائے اس لئے میں ہر احتمال کا دروازہ بند کردوں گا۔ اور پھر فیصلہ کروں گا جب وہ اس قسم کی بات کرتا ہے تو وہ دیکھے گا کہ دھوکے باز ہمیشہ بعد میں اُس کو یہ کہے گا کہ جلدی ہے، وقت ہاتھ سے نکل رہا ہے۔ تمہیں فیصلہ کرنا ہے تو آج کرو ورنہ پھر میرے پاس نہ آنا۔ اُس وقت پھر عقل کی اور دل کے لالچ کی لڑائی ہو جاتی ہے۔ دل کی لالچ کہتی ہے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اس پیسے کو کھا جاؤ۔ فوراً لے لو اس آنے والے پیسے کو یقینی بنالو۔ اور عقل کہتی ہے کہ افراتفری میں ایسے کام نہیں کرنے چاہئیں۔ جب تک پوری احتیاط نہ ہو تو اس وقت تک ہمیں اپنے اموال کو داؤ پہ نہیں لگانا چاہیئے۔ یہ عقل کا اندرونی پیغام ہے۔

اُس وقت جب انسان فیصلہ کرتا ہے کہ ہاں مجھے لے لینا چاہیئے تو دراصل وہ یہ فیصلہ کر رہا ہوتا ہے کہ یہ ایک جوا ہے۔ اُس کا نفس ساتھ ہی یہ فیصلہ دے دیتا ہے کہ عام حالات میں یہ چیز ممکن نہیں اگر اُس کا نفس یہ فیصلہ دیتا کہ عام حالات میں یہ چیز ممکن ہے تو اُس کا جواب یہ ہوتا کہ پھر جلدی کیا ہے! جس طرح آج ممکن ہے تو کل بھی ممکن ہوگا۔ اس شخص کے ذریعے ممکن ہے تو دوسرے شخص کے ذریعے بھی ممکن ہے۔ اس لئے دراصل وہ اس وقت یہ فیصلہ کر رہا ہوتا ہے کہ یہ چیز عام حالات میں ممکن نہیں ہے۔ اور جہاں تک خطرے کا تعلق ہے میں جانتا ہوں لیکن جوا ہے۔ اس لئے کیوں نہ اس وقت میں جوا کھیل جاؤں

تو قرآنِ کریم کی کسی حرمت کو توڑے بغیر وہ اپنا نقصان نہیں کر سکتا

یہ ہے نفس کے دھوکے کا مضمون

قرآنِ کریم نے جو حرمتیں قائم فرمائی ہیں وہ آپ کی حفاظت کے لئے قائم فرمائی ہیں اور اگر آپ اُن حرمتوں کو نہ توڑیں اور اُن کے خلاف اپنے نفس کو بغاوت نہ کرنے دیں تو آپ مقام محفوظ میں ہیں پھر کوئی دشمن آپ پر حملہ نہیں کر سکتا۔ اموال کی یہ وہ بیماریاں ہیں جو اکٹھی چلنے والی ہیں۔ چنانچہ میں نے دیکھا ہے کہ جہاں بد دیانتیاں عام ہوں وہاں قمار بازی کا رجحان بھی بڑھ جاتا ہے اور جوؤں کے اڈے بننے شروع ہو جاتے ہیں۔ اس لئے اموال سے تعلق رکھنے والی یہ ساری بیماریاں ہاتھ میں ہاتھ دیکر اکٹھی چلتی ہیں۔ چنانچہ جہاں تک میرا جائزہ ہے۔ قادیان میں بھی، ربوہ میں بھی اور پاکستان کے اور شہروں میں بھی، وقتاً فوقتاً قمار بازی کے رجحان پیدا ہوتے ہیں اور جماعت نے اُن کے خلاف جد و جہد کی ہے اور جب ہم نظر بند کر لیتے ہیں یا انتظام ان باتوں کو نظر انداز کرنا شروع کر دیتا ہے تو یہ پھر پھیلنا شروع ہو جاتے ہیں۔ ربوہ میں میرے علم میں ہیں وہ لوگ جو ایسے رجحان پیدا کرتے ہیں اور جن کے گھر ایسے اڈے بنتے ہیں۔ جب اُن سے پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ جی ہم تو وقت گذارنے کے لئے تاش کھیل رہے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ تاش نہیں کھیل رہے ہوتے، تاش کے ساتھ پیسے لگے ہوئے ہوتے ہیں اور دور دور سے لوگ جو اُن اڈوں پر آنے کے عادی ہیں۔ کوئی سرگودھا سے، کوئی کسی چک سے کوئی کسی مقام سے وہاں پہنچتے ہیں۔ اور جب نظام اُن سے پوچھتا ہے تو کہتے ہیں کہ بس ذرا مَنّا تو خرہ لگایا ہوا ہے۔ اور کیا کریں! یہ جھوٹ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پھر قمار بازی آگے پھیلتی ہے۔ پھر نوجوان نسلیں تباہ ہوتی ہیں اور قمار بازی کے ساتھ چوری کا پیدا ہونا بھی لازمی بات ہے۔ دوسرے کو دھوکا دینا بھی، اس کے نتیجے میں از خود پیدا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ قمار بازی اور دوسرے کے مال کی حرمت کا احترام اٹھ جانا، ہمیشہ چولی دامن کا ساتھ رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں پس ایسے اڈے اور جگہ بھی ہوں گے۔ بنتے بھی ہیں، بگڑ بھی جاتے ہیں۔ لیکن جب یہ اڈے بنے ہوئے ہوں اور عام دستور بن رہے ہوں اور نظامِ جماعت یا معاشرہ اُن کے خلاف ردِّ عمل نہ دکھائے تو پھر یہ خطرناک اور مہلک ہو جاتے ہیں۔ ورنہ کسی نہ کسی رنگ میں کہیں تھوڑے اور کہیں زیادہ، یہ معاشرے میں چلنے والی چیزیں ہیں۔ یہ کہنا کہ معاشرہ ان سے کلیۃً پاک ہو چکا ہے، یہ جھوٹ ہے۔ جو معاشرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بعض بیماریوں سے کلیۃً پاک نہیں ہوا وہ معاشرہ دنیا میں کبھی کسی زمانے میں بھی اُن بیماریوں سے کلیۃً پاک نہیں ہو سکتا۔ اس بنیادی اصول کو پیشِ نظر رکھیں۔

اس بنیادی اصول کو پیشِ نظر رکھ کر دو قسم کے ردِّ عمل پیدا ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جی یہ ہوتا ہے۔ یہ چیزیں چلتی ہیں۔ اس لئے کیا فرق پڑتا ہے ہونے دو۔ یہ وہ ردِّ عمل ہے جو ہلاکت کا ردِّ عمل ہے۔

میں یہ باتیں اس غرض سے نہیں کہہ رہا۔ میں آپ کو اس غرض سے بتا رہا ہوں کہ غافل نہ ہوں۔ اگر آپ کو یہ چیزیں ظاہری نظر میں دکھائی نہ بھی دے رہی ہوں تو یہ نہ سمجھیں کہ یہ موجود نہیں ہیں اس لئے نگرانی کی نظر کو سونے نہ دیں۔ اور جو ادارے ان چیزوں پر مقرر ہیں ان کا فرض ہے کہ وہ ان باتوں پر نگاہ رکھیں۔ ان بیماریوں نے کسی نہ کسی شکل میں ہر معاشرے میں موجود رہنا ہے۔ یا کم ہوں گی یا زیادہ ہوں گی۔ اور یہی حال دنیا کی بیماریوں کا ہے۔ جو انسانی اجسام سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ تو روحانی بیماریاں ہیں۔ اجسام کی بیماریاں بھی اسی طرح ہوتی ہیں

ہر انسان میں کچھ نہ کچھ بیماریوں کے کیڑے ہر وقت موجود ہیں۔ اگر جسم صالح ہے اور یہ جانتا ہے کہ یہ بیماریاں موجود ہیں تو وہ اُن کے خلاف نگران رہتا ہے۔ جہاں جسم میں فساد پیدا ہو اور جہاں یہ بیماریاں جسم کی نظر سے اوجھل ہو جائیں وہاں یہ بیماریاں قبضہ کر جاتی ہیں۔ میں جو کہہ رہا ہوں، جسم کی نظر، تو یہ کوئی ایک فرضی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واقعۃً انسانی جسم کو ایک نظر عطا کی ہوئی ہے جو ہر قسم کی بیماریوں کا تتبع کرتی ہے اور ہر وقت نگران رہتی ہے۔ اور ہر وقت SEARCH LIGHT کی طرح دیکھتی رہتی ہے کہ کہاں کون سی بیماری کس حد تک موجود ہے۔ اور اس کے دفاع کے لئے پھر وہ جسم کے متعلقہ حصوں کو متنبہ کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ انسان کا جو IMMUNE سسٹم ہے، اگرچہ اُس کا دماغ سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے شعور سے اُس کا کوئی تعلق نہیں یعنی انسان کے خون کے اندر جو دفاعی نظام ہے اس کو IMMUNE SYSTEM کہتے ہیں۔ اُس کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں کہ دماغ کو معلوم ہے کہ نہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ لیکن خدا نے اندرونی طور پر وہاں ایک نظر کا انتظام فرمایا ہے، ایک نگرانی کا انتظام فرمایا ہے۔ جسم کے بظاہر کچھ بے شعور حصے یا خلیے خون کے ذروں کے ساتھ ہر وقت دورہ کرتے ہیں اور یہ دیکھتے رہتے ہیں کہ کہاں کون سی بیماری کس حد تک پائی جاتی ہے بعض بیماریوں کے خلاف وہ اس طرح ردِّ عمل کرنے کی اطلاع دیتے ہیں اُن حصوں کو جو اس بات پر نگران ہیں کہ یہ بیماری اس نوعیت کی ہے کہ اس کا بائیکاٹ کر دیا جائے۔ اور اس کے اردگرد ایک خول چڑھا دیا جائے تاکہ اس کا صحت مند جسم سے تعلق ٹوٹ جائے۔ چنانچہ ہم جس کو جماعتی اصطلاح میں

مقاطعہ کہتے ہیں

وہ جسمانی اصطلاح میں CIST کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے، بعض بیماریوں پر خول چڑھ جاتے ہیں اور اس کو اُن خولوں کے اندر بند کر دیا جاتا ہے تاکہ اس کا باقی جسم سے بائیکاٹ ہو جائے۔ اس کے بعد اس کو وہاں رہنے دیا جاتا ہے۔ پھر اُس سے کوئی خطرہ نہیں۔

جسم کا ایک اور نظام یہ ہے کہ بعض بیماریوں کے متعلق وہ ذرے جو نگران ہیں، یہ پیغام بھیجتے ہیں کہ اُن کی شکل ایسی ہے کہ یہ قید نہیں رہ سکتی انہوں نے ضرور فتور پھیلانا ہے۔ اس لئے ان کا علاج یہ ہے کہ ان کو جسم سے باہر نکال کر پھینک دیا جائے۔ چنانچہ آپ جس کو اخراج از جماعت کہتے ہیں۔ وہ جسمانی لحاظ سے یہ شکل رکھتا ہے۔ اور ہم ایسا کوئی بھی نظام نہیں رکھتے جس کی مثال خدا تعالیٰ کے نظامِ قدرت میں موجود نہ ہو۔ ہمارے جسم کو جب کبھی کوئی چوٹ لگتی ہے یا اُس میں کسی قسم کے کوئی جراثیم داخل ہو جاتے ہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ پہلے وہاں سُرخی آتی ہے۔ پھر ایک اُبھار ہوتا ہے اور آپ سمجھتے ہیں کہ پھوڑا بن رہا ہے۔ اگر جسم صحت مند ہو تو پھوڑے میں کچھ تبدیلیاں پیدا ہونی شروع ہو جاتی ہیں۔ پہلے بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ بڑی کسک ہوتی ہے۔ اُس تکلیف کے بعد پھر اُس کے اردگرد سفیدی سی آنے لگتی ہے جس کو ہم پیپ کہتے ہیں۔ پھر وہ پھوڑا پک جاتا ہے پھر وہ پیپ جسم سے باہر نکلتی ہے اور آپ کو سکون آجاتا ہے۔ بخار ختم ہو جاتا ہے۔

یہ وہ نظام ہے جو جسم کی حفاظت کے لئے اندرونی طور پر کیا جا رہا ہے اور ہر زندہ وجود میں موجود ہے۔ لیکن باشعور سوچ سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ اس پر نگران موجود ہیں۔ وہ کس نظر سے دیکھ رہے ہیں، ہم نہیں جانتے۔ لیکن سائنسدان اس بات کو جان چکے ہیں اور اس کی خوب پڑتال کر چکے ہیں کہ باخبر رہنے والے ایسے ذرے موجود ہیں جن کا نہ کوئی دماغ ہے نہ ان کے اندر کوئی NERVOUS سسٹم ہے لیکن خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کے اندر ایک ایسا چھپا ہوا پیغام موجود ہے جس کے ذریعے ان کو طاقت ہے کہ وہ دیکھتے رہیں، نگرانی کرتے رہیں اور پیغام بھیجتے رہیں۔

اور بالکل صحیح پیغام بھیجتے ہیں۔

اگر آپ اس پر غور کریں تو

ہمارے نظامِ جماعت کیلئے اس میں بہت سی نصیحتیں ہیں

پہلی بات تو یہ ہے کہ ان باتوں کی خبر رکھنا ضروری ہے۔ جسم کے جس حصہ میں بیماری داخل ہو جائے اور خبر نہ ہو وہاں جسم کا کوئی ردِّ عمل نہیں ہوتا۔ اس لئے جہاں جہاں نظامِ جماعت خبر گیری سے غافل ہو جاتا ہے وہاں یہ بیماریاں پنپنے لگتی ہیں۔ چنانچہ افسوس کی بات یہ ہے کہ مجھے اُس نظام کے ذریعے پتہ چلتا ہے جو خدا تعالیٰ نے خلافت کی حفاظت کے لئے از خود جاری فرما دیا ہے۔ ہر احمدی جہاں کوئی غلط بات دیکھتا ہے مجھے خط لکھ دیتا ہے اس لئے میں باخبر تو رہتا ہوں لیکن نظام کا جو حصہ اس بات پر مامور کیا گیا کہ ان باتوں کی خبر رکھے اور مجھے مطلع رکھے، وہ غافل ہے۔ بسا اوقات یہ اطلاعیں مجھے انفرادی خطوط کے ذریعہ ملتی ہیں جماعتی اطلاعوں میں یہ شامل نہیں ہوتیں۔ میں نے اس سے پہلے بھی جماعتوں کو نصیحت کی تھی کہ سچائی میں عزت ہے۔ اگر آپ اس خیال سے خبریں نہیں دیتے کہ آپ کی بدنامی نہ ہو یا مجھ پر برا اثر نہ پڑے کہ جماعت لاہور، یا جماعت کراچی یا جماعت ربوہ میں یہ یہ کمزوریاں پائی جاتی ہیں تو یہ اپنی جان پر ظلم کر رہے ہیں اور جماعت پر ظلم کر رہے ہیں۔ ساری زندگی کا راز سچائی میں ہے۔ آپ باخبر رہیں اور مجھے مطلع رکھیں تکلیف آپ کو پہنچتی ہے اور مجھے بھی پہنچتی ہے۔ لیکن

یہ تکلیف ہماری بقا کے لئے ضروری ہے

آپ اس بات کو نہ بھولیں۔ اگر آپ مجھے اس لئے نہیں بتاتے کہ مجھے تکلیف نہ ہو تو پہلی نیت کی نسبت یہ بہتر ہے لیکن درست یہ بھی نہیں۔ خدا نے جو تکلیف میرا مقدر بنائی ہے جو میری ذمہ داری ہے۔ اُس سے آپ مجھے کس طرح بچا سکتے ہیں؟ اگر آپ نہیں بتائیں گے تو دوسرے بتائیں گے۔ اور جیسا کہ میں نے ابھی آپ کے سامنے نقشہ کھینچا ہے ایک پھوڑا بننے کا، وہاں خاص طور پر اس بات کا ذکر کیا تھا کہ بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ تکلیف ہی حفاظت کا انتظام کرتی ہے۔ اگر بیماری سے تکلیف نہ ہو تو وہ ذرات جن کا کام اُس بیماری کا مقابلہ کرنا ہے وہ حرکت میں ہی نہیں آتے۔ بعض دفعہ اُن کو تکلیف کے نتیجے میں اطلاع ملتی ہے۔ اور بعض دفعہ جب وہ حرکت میں آتے ہیں تو اُس کے نتیجہ میں قدرتاً کچھ تکلیف پہنچتی ہے۔ اور یہ کیفیت صحت کا لازمہ ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اتنی بیماریاں بنا دیں انسان کو یہ مصیبتیں ڈالیں۔ ان بے وقوفوں کو یہ نہیں پتہ کہ خدا تعالیٰ نے یہ تکلیفیں آپ کی حفاظت کے لئے رکھی ہیں۔

اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا (سورۃ الانشراح) کا جو عظیم الشان مضمون بیان ہوا ہے اس کا اطلاق یہاں بھی ہوتا ہے۔ ہر آسانی سے پہلے کچھ تکلیف میں سے گذرنا ضروری ہے۔ یہ ایک ایسا قانونِ قدرت ہے جس کو دنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی۔

وہ لوگ جو بغیر تکلیف کے انتظار کرتے رہتے ہیں کہ ہماری تقدیریں بدل جائیں گی، ہم عظیم الشان مرتبوں کو حاصل کر لیں گے وہ بیداری کی خوابوں کی دنیا میں رہتے ہیں۔ حقیقت کی دنیا میں نہیں۔ خدا نے جو قانونِ قدرت بنایا ہے اس میں آپ کوئی تبدیلی نہیں دیکھیں گے

اس لئے وہ معاشرہ جو حساس ہے اور جو تکلیف محسوس کرتا ہے وہ بیماریوں کو دور کرنے کی اہلیت بھی رکھتا ہے۔ جہاں تکلیف اُٹھ جائے وہ معاشرہ اس بات کا اہل ہی نہیں ہے کہ وہ بیماریاں دور کر سکے اس لئے نہ صرف یہ کہ آپ اس مضمون کو سمجھ کر مجھے یہ تکلیف پہنچایا کریں تاکہ میرے دل میں ردِّ عمل پیدا ہو اور میں اس کے لئے کوشش کروں

بلکہ یہ نظر رکھیں کہ معاشرہ تکلیف کو محسوس کر رہا ہے یا نہیں کر رہا۔

فالج زدہ جسم اور غیر فالج زدہ جسم میں یہ ایک فرق ہے۔ مفلوج جسم تکلیف محسوس نہیں کر سکتے تو کیا جو شخص مفلوج ہو گیا ہے وہ اس بات پر خوش ہو گا کہ مجھے اب درد کبھی نہیں ہو گی! جب وہ صحت مند تھا، ہو سکتا ہے وہ خدا پر اعتراض کیا کرتا ہو کہ عجیب تقدیر ہے۔ مصیبت پڑی ہوتی ہے، فلاں جگہ دکھ اور فلاں جگہ مصیبت۔ یہ بیچارے بلبلاتے ہیں، روتے ہیں۔ ان کا کیا قصور ہے۔ وہ اس نظام کو سمجھتے نہیں کہ اسی میں اس کی زندگی کی حفاظت ہے۔ اور جب اس کا جسم مفلوج ہو جاتا ہے پھر وہ روتا ہے کہ کاش مجھے تکلیف پہنچے۔ وہ سوئیاں چبھوتا ہے چٹکیاں کاٹتا ہے۔ اپنے جسم کو ملتا ہے، مروڑتا ہے یہ دیکھنے کے لئے کہ کیا مجھے تکلیف پہنچتی ہے یا نہیں۔ اور جب اس کو تکلیف ہونا شروع ہو پھر اس کی جان میں جان آتی ہے تو یہ تکلیف حفاظت کی خاطر ہے۔

اگر ہماری جماعتوں میں، برائی کو دیکھنے کے بعد تکلیف ہونا بند ہو جائے تو آپ یقین سمجھیں کہ فالج زدہ جماعتیں ہیں۔ وہ معاشرہ مفلوج ہو رہا ہے اس کی فکر کرنی چاہیئے۔

اس لئے میں اس مضمون کا بقیہ انشاء اللہ تعالیٰ پھر بیان کروں گا۔ کیونکہ یہ ایک لمبا مضمون ہے۔ اور اگلے خطبے میں بھی جاری رہے گا۔ اس وقت میں آپ کو یہ بنیادی باتیں بتانا چاہتا ہوں کہ جن برائیوں کا میں نے ذکر کیا ہے ان برائیوں سے مقابلے کے لئے پہلے نیتوں کا درست کرنا ضروری ہے۔ جس کے متعلق میں پہلے ذکر کر چکا ہوں پھر اپنے احساس اور شعور اور نگرانی کے نظام کی حفاظت ضروری ہے۔ اور یہ دیکھنا ضروری ہے کہ ہمیں تکلیف پہنچ رہی ہے کہ نہیں۔ اگر تکلیف پہنچ رہی ہے تو انشاء اللہ اسی تکلیف سے نئی زندگی پیدا ہو گی۔ اور اگر خدانخواستہ تکلیف ہونا بند ہو گئی ہے تو پھر اس سے زیادہ فکر کی ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم ذمہ داری کو ادا کرنے کی توفیق بخشے جو ہم پر نہ صرف اپنی اصلاح کی بلکہ غیروں کی اصلاح کی بھی عائد کی گئی ہے۔

ولادت

خاکسار کی بیٹی عزیزہ شوکت جہاں ناہید اہلیہ مکرم خواجہ بشیر احمد صاحب ایم۔ اے، ایم ایڈ نائب ہیڈ ماسٹر تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کو اللہ تعالیٰ نے مورخہ 30 نومبر 1988ء بروز چہارشنبہ بذریعہ میجر اپریشن لڑکا عطا فرمایا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے عزیز نومولود کا نام "ابن المہدی لئیق" تجویز فرمایا ہے۔ نومولود مکرم خواجہ احمد حسین صاحب درویش کا پوتا ہے۔ احباب کرام دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو صحت و سلامتی کی لمبی زندگی دے اور خادم دین بنائے۔ حضور انور کی تحریک وقف اولاد کے تحت مکرم خواجہ صاحب نے قبل از ولادت بچے کو واقف زندگی کرنے کا عہد کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔

خاکسار: محمد کریم الدین شاہد مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

بقیہ صفحہ 2:-

کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد ✻ بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد

خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی ✻ فسبحان الذی اخزی الاعادی

آج سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس اولاد اور نسل بکثرت تمام دنیا میں بڑی عزت و عظمت کیساتھ پھیل چکی ہے، اور اسی مقدس نسل کی زیر قیادت جماعت احمدیہ دنیا کے 120 ممالک میں قائم ہو چکی ہے۔ یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی تھی کہ یتزوج ویولد لہ کہ مسیح موعود خاص شادی کرے گا اور اسکی خاص اولاد ہو گی۔ دیکھے جو کوئی دیدۂ عبرت نگاہ ہو۔

عبد الحق فضل

قادیان میں عالمی احمدیہ کانفرنس 18 دسمبر سے شروع

قادیان 29 نومبر۔ قادیان ضلع گورداسپور میں جماعت احمدیہ کی عالمی کانفرنس 18، 19 اور 20 دسمبر کو منعقد ہو رہی ہے۔ مولانا حمید الدین شمس انچارج احمدیہ مسلم مشن آندھرا پردیش نے ایک بیان میں بتایا کہ اس کانفرنس میں ہندوستان کے دور افتادہ علاقوں سے ہزاروں کی تعداد میں احمدیہ لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں۔ اور خاص طور پر جنوبی ہندوستان سے کثیر تعداد میں قافلے 10 دسمبر سے ہی قادیان پہنچنے شروع ہو جائیں گے۔ حیدر آباد سے ریلوے بوگی کا انتظام کیا گیا ہے ریلوے حکام سے مولانا شمس نے مانگ کی ہے کہ دور دراز سے آنے والے مہمانوں کو امرتسر میں سردی کے موسم میں عورتوں اور بچوں کے ساتھ کافی تکلیف ہوتی ہے کیوں کہ ان کو قادیان کے لئے دن میں صرف ایک ٹرین کا انتظام ہے۔ اس لئے سپیشل ٹرینوں کا انتظام کیا جائے۔ مولانا شمس نے یہ بھی بتایا کہ اس جلسہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ کا خصوصی پیغام بھی پڑھ کر سنایا جائے گا۔

(روزنامہ ہند سماچار جالندھر 30-11-88)

25 ستمبر جیسا سیلاب ہزار برس میں ایکبار آتا ہے

اس سے تھین ڈیم کی بھاری تباہی۔ کام ایک سال پیچھے جا پڑا۔

گورداسپور۔ 22 نومبر (یو این آئی) مادھو پور ہیڈ ورکس سے 24 کلو میٹر اوپر دریائے راوی پر رنجیت ساگر ڈیم پر دو ہزار انجینئر اور ورکر دن رات وکاس کی سرگرمیوں میں لگے ہوئے ہیں۔ 25 ستمبر کو ساڑھے 8 لاکھ کیوسک کا لامثال سیلاب آنے سے ایک میل لمبے تین رنگ باندھ بہہ گئے تھے۔ اور اس سے 30 کروڑ روپے کا بھاری نقصان ہوا تھا۔ 2 ہزار ورکر آٹھ آٹھ گھنٹے کی تین شفٹوں میں کام کر رہے ہیں۔ تاکہ تین بندھ پھر سے تعمیر کئے جائیں اور 8-8 سو میٹر لمبی چار سرنگوں کو گار اور ملبہ سے صاف کرنے کے لئے جٹے ہوئے ہیں۔

جنرل منیجر شری نرنجن سنگھ گل نے جالندھر سے آئے ہوئے نامہ نگاروں کو کل بتایا کہ سیلاب سے متاثرہ ورکس کو اگلے موسم برسات سے پہلے پھر سے تعمیر کر دیا جائے گا۔ 134 میٹر چوڑی سپل وے کے گرد 50 میٹر لمبا رنگ باندھ بھی موسم برسات سے پہلے مکمل کر لیا جائے گا۔ 40 لاکھ کیوبک میٹر کھدائی کے کام کے انچارج ایگزیکٹو انجینئر شری جگ موہن کرما نے بتایا کہ جو سیلاب آیا تھا۔ ایسے سیلاب 1000 سال بعد آتے ہیں۔ اور اس سے تعمیر کا کام کم از کم ایک سال پیچھے جا پڑا ہے 28 نومبر کو شاہ پور کنڈی میں ملک کے چوٹی کے انجینئروں پر مشتمل مشاورتی بورڈ کی میٹنگ ہوئی جس میں ایک ہزار کروڑ روپے کی لاگت سے بننے والے اس کثیر المقاصد ڈیم کی تعمیر کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا جائے گا۔ اگر بورڈ نے سپل وے کو چوڑا کرنے کی سفارش کی تو ڈیم کی تعمیر 1994 میں مکمل کرنے کا نشانہ بدلنا پڑے گا۔

ایگزیکٹو انجینئر (سرنگ) شری آر ایل وج نے بتایا کہ سیلاب اتنا زور دار تھا کہ 40 ٹن کی ایک مشین کو یہ 20 میٹر تک دھکیل لے گیا۔ سرنگوں کی لائننگ کے لئے استعمال ہونے والے 15 ری انفور سمنٹ پل کھسک گئے۔ ایک ہائیڈرولک الیکو میٹر یا ورسنڈگی نمبر دو میں پھنسا ہوا ہے جب کہ 80 ٹن کا کرین آبپاشی ٹنل نمبر ایک میں پھنسا ہوا ہے۔ اسی طرح اور مشینری بھی پھنسی ہوئی ہے۔

شری گل نے بتایا کہ نقصان کا ٹھیک اندازہ ساری مشینری باہر نکال لینے پر ہی ہو گا اور اس میں مزید 6 ماہ لگ سکتے ہیں۔

(روزنامہ ہند سماچار 23 نومبر 88ء جالندھر)

بدر کی توسیع اشاعت آپ کا قومی فریضہ ہے!

(منیجر بدر)

(زیرِ) متعد ہوتے" کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی طرف سے اس شرط کا اثبات طلب کیا جا رہا تھا تاکہ وہ کھلم کھلا اس شرط کو عامۃ الناس کے سامنے پیش کر کے اس بات کی تصدیق کر دیں کہ ہاں یہ شرط میری طرف سے ہی تھی اور میں اس پر قائم ہوں۔ معلوم ہوتا ہے حضرت مرزا صاحب کو اس بات کا خدشہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری یہ شرط پیش کرنے کے بعد خود اس سے پھر جائیں گے۔ اس لئے آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے اسی کتاب میں یہ تحریر فرمایا۔

"یہ تو انہوں نے اچھی تجویز نکالی۔ اب اس پر قائم رہیں تو بات ہے"

(اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۲)

قارئین یاد رکھیں کہ یہ واقعہ ۱۹۰۲ء کا ہے۔ یہ کتاب نومبر کے مہینے میں طبع ہوئی۔

اس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک کتاب بعنوان "الہامات مرزا" شائع کی جس میں مرزا صاحب کے اس چیلنج کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں:۔

"چونکہ یہ خاکسار نہ واقعی میں نہ آپ کی طرح نبی یا رسول یا ابن اللہ یا الہامی ہے اس لئے ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کر سکتا"

اور مزید اس پر یہ اضافہ فرمایا:۔

"میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے ان باتوں پر جرأت نہیں اور یہ عدم جرأت میرے لئے عزت ہے"

(رسالہ الہامات مرزا صفحہ ۱۱۶ طبع ششم)

پس جہاں تک مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے پیش کردہ اس مبینہ شرط کا تعلق تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو قطعی طور پر آپ اس شرط سے پھر گئے اور حضرت مرزا صاحب کا یہ خدشہ سچا ثابت ہوا کہ "اب اس پر قائم رہیں تو بات ہے" قارئین یاد رکھیں کہ اس وقت حضرت مرزا صاحب کی عمر ۶۷ سال کی تھی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ابھی ۳۲ سال کے تھے۔

اس واقعہ پر مزید پانچ سال کا عرصہ گذر گیا۔ مگر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی طرف سے قبولیت یا عدمِ قبولیت کے بارہ میں مزید کچھ شائع نہ کیا گیا۔ لیکن ۲۹ر مارچ ۱۹۰۷ء کو ایک دفعہ پھر اپنے اخبار اہلحدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے مباہلہ کی بات کی اور حسب ذیل الفاظ میں حضرت مرزا صاحب کو اور آپ کے ماننے والوں کو چیلنج دیا۔

"مرزائیو! سچے ہو تو آؤ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ...... اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے"

(اہلحدیث۔ ۲۹ر مارچ ۱۹۰۷ء)

یہ زبان مولوی صاحب کی زبان ہے اس میں ہم نے کوئی تبدیلی نہیں کی تعجب ہے کہ بظاہر اس قدر دلیری کے ساتھ مولوی صاحب جو اب مرزا صاحب کو للکار رہے ہیں تو وہ کس مباہلہ کا ذکر کرتے ہیں۔ مولوی صاحب کے یہ الفاظ دوبارہ پڑھیئے۔

"انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے"

رسالہ انجام آتھم تو ۱۸۹۷ء میں طبع ہوا تھا۔ ۱۸۹۷ء کی تحریر مولوی ثناء اللہ صاحب کو دس سال بعد یاد آئی۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کیوں دس سال اس سے گریز کیا؟ جس وقت چیلنج دیا گیا اس وقت تو خاموشی اختیار کی گئی لیکن اس چیلنج کے حوالے سے دس سال بعد اسے قبول کرنا کیا معنے رکھتا ہے؟

بہرحال مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے دس سال بعد ۲۹ر مارچ ۱۹۰۷ء کو بالآخر اس چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان فرما دیا۔ لیکن ساتھ یہ شرط رکھ دی جس طرح آج کل کے علماء شرط رکھ رہے ہیں کہ!۔

"انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے"

(اہلحدیث۔ ۲۹ر مارچ ۱۹۰۷ء صفحہ ۱)

معلوم ہوتا ہے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس خیال سے دس سال کے بعد مباہلہ قبول کیا کہ چونکہ مرزا صاحب بہت معمر ہو چکے ہیں اور صحت بھی خراب ہے اس لئے اس خوف سے شاید یہ میرا مباہلہ کا چیلنج رد کر دیں گے۔ لیکن ان کو یہ خیال نہیں آیا کہ مباہلہ تو اللہ تعالیٰ کی منشاء پر اور اس کے توکل پر کیا جاتا ہے نہ کہ عمروں کے تخمینے لگا کر۔ پس یقیناً ان کو سخت حیرت ہوئی ہوگی جب حضرت مرزا صاحب نے بلا تردد اور بلا تاخیر ان کے مباہلہ کی دعوت کو منظور کرنے کا اعلان فرما دیا۔

چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو یہ جواب نہیں دیا کہ اب تمہارا دس سال کے بعد چیلنج قبول کرنا لغو ہے جب کہ میں اپنی طبعی وفات کی عمر کے قریب تر ہو چکا ہوں بلکہ ۴ر اپریل ۱۹۰۷ء کو مولوی ثناء اللہ صاحب کی دعوتِ مباہلہ کے جواب میں اخبار بدر میں اس چیلنج کی منظوری کا اعلان شائع کیا اور پھر ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کو "مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ساتھ آخری فیصلہ" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع فرمایا جو دراصل اس سارے مقابلہ میں انتہائی فیصلہ کن اشتہار ہے۔ اور کوئی سعید فطرت سچائی کا طالب انسان اس اشتہار اور اس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ردّعمل کو نظرانداز نہیں کر سکتا۔

حضرت مرزا صاحب نے اس اشتہار میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس شرط کو قبول کرتے ہوئے جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے یہ دعا کی کہ اے خدا سچے کی زندگی میں جھوٹے کو ہلاک کر دے۔ لیکن چونکہ مباہلہ یکطرفہ دعا سے قائم نہیں ہوتا بلکہ فریق ثانی کا اس شرط کو قبول کرنا بھی مباہلہ کا ایک جزو ہے اس لئے حضرت مرزا صاحب نے اس دوسری شرط کو مکمل کرنے کی خاطر اسی اشتہار میں یہ دو مطالبے کئے کہ

اوّل اس اشتہار کو اپنے اخبار اہل حدیث میں شائع کر دیں۔

دوم جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ (یعنی اپنی شرطیں اس کے نیچے واضح طور پر لکھ دیں) اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

اب یہ روحانی مقابلہ ایک انتہائی اہم فیصلہ کن دور میں داخل ہو جاتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب تو اپنی طرف سے باوجود عمر میں بہت بڑا ہونے کے ایک دفعہ پھر اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیتے ہیں کہ یہ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ جھوٹے کو سچے کی زندگی میں ہلاک کر دے لیکن فریق ثانی کو ساتھ ہی یہ حق دیتے ہیں کہ وہ اس کے جواب میں اپنی طرف سے جو شرطیں عائد کرنا چاہتا ہے اپنے اخبار میں چھپوا دے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا مولوی ثناء اللہ صاحب نے دعا کے ان الفاظ پر صاد کرتے ہوئے اس تحریر کو شائع کر کے اس کے نیچے منظوری کے دستخط فرما دیئے اور حضرت مرزا صاحب کے ساتھ مل کر یہی دعا کی کہ اے خدا جھوٹے کو سچے کی زندگی میں موت دیدے یا اس کے سوا کوئی اور تجویز پیش کی۔

پس اب آخری فیصلہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس ردّعمل پر ہونا تھا جو اس تحریر کے بعد انہوں نے دکھایا۔ آیئے اب ہم دیکھیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس اشتہار کو شائع کرنے کے بعد اس کے نیچے کیا الفاظ تحریر فرمائے۔

حضرت مرزا صاحب کے ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء والے اشتہار کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار اہلحدیث میں اس اشتہار کو شائع کر کے اس کے نیچے یہ تحریر لکھی جو آج کل کے علماء انصاف اور دیانت کا خون کر کے مسلمان عوام الناس سے چھپا رہے ہیں حالانکہ یہ تحریر مرزا صاحب کی اس دعوت کے جواب میں تھی کہ اس اشتہار کو اہلحدیث میں شائع فرما کر جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اس لحاظ سے اس نیچے لکھی ہوئی تحریر کو مباہلے میں ایک بہت بڑی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اس اشتہار کے نیچے لکھتے ہیں:۔

"اوّل اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا"

گویا مباہلے کی اس دعا میں جو مرزا صاحب نے تو کر دی تھی فریق ثانی بننا منظور نہیں کیا بلکہ اس بات پر ناراضگی کا اظہار کیا کہ میری منظوری کے بغیر کیوں ایسی دعا کی گئی۔ پھر اسی تحریر کے نیچے آپ نے حسب ذیل عبارت لکھی

"تمہاری یہ تحریر کسی صورت

ایک سنسنی خیز روحانی مقابلہ

جس کا دور ۴۱ سال پر محیط ہے کون جیتا کون ہارا

حقائق کی زبان بول رہی ہے

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ نے مکذبین احمدیت کو جب سے اسلامی تعلیمات کے مطابق مباہلہ کا چیلنج دیا ہے اور احمدیت کی صداقت میں جلد جلد آسمانی نشانات ظاہر ہونے شروع ہوئے ہیں۔ مکذب علماء نے مباہلہ کا چیلنج بلا شرط تحریری طور پر منظور کرنے کی بجائے مولوی ثناء اللہ کا نام بڑی شدت سے اچھالنا شروع کر دیا ہے اس سلسلہ میں ایک مدلل اور مفصل مضمون قارئین بدر کی ضیافت طبع کے لئے درج ذیل ہے۔ (ادارہ)

ان دنوں علماء کے ایک گروہ کی طرف سے بکثرت ایسے اشتہار اور رسائل تقسیم ہو رہے ہیں جن کا لب لباب یہ ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے درمیان ایک ایسا مباہلہ ہوا تھا جس میں مرزا صاحب کو شکستِ فاش ہوئی۔

ان مضامین اور اشتہارات میں جو نہایت ہی غلیظ زبان استعمال کی جا رہی ہے اس کا معاملہ تو ہم حوالہ بخدا کرتے ہیں۔ ہاں صرف نفس مضمون کو ان چند سطور میں زیر بحث لا رہے ہیں تاکہ ایک منصف مزاج قاری جھوٹ اور سچ میں تمیز کر سکے۔ ان اشتہارات اور مضامین کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس مباہلے کے اشتہار میں جھوٹے کے انجام کی جو صورتیں تجویز کی تھیں ان میں ایک صورت وبائی مرض ہیضہ کی بھی درج ہے۔ پس ان اشتہارات میں اسی مرکزی نقطہ کو خوب اچھالنے کے بعد یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ چونکہ (بقول ان کے) مرزا صاحب کی وفات وبائی مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر ہوئی اور وہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں وفات پا گئے جب کہ مولوی صاحب کو ان کے بعد ایک عمر دراز عطا ہوئی لہذا یہ دونوں امور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے سچے ہونے اور مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر گئے۔

یہ بحث تو آگے آ رہی ہے کہ اس مباہلے کی نوعیت کیا تھی۔ یہاں صرف اتنا ذکر کر دینا ضروری ہے کہ یہ دعویٰ ہی سراسر جھوٹا اور بے بنیاد ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے ہیضہ کی وبائی مرض سے وفات پائی۔ معلوم ہوتا ہے کہ الزام لگانے والوں کو یہ معمولی فرق بھی معلوم نہیں کہ اسہال اور ہیضہ دو مختلف بیماریوں کے نام ہیں۔ ہیضہ ایک انتہائی مہلک وبائی مرض ہے جو بڑی تیزی سے پھیلتا ہے اور یہ وبا اکثر برسات کے موسم میں پھوٹتی ہے۔ خشک گرمی کے زمانہ میں نہیں۔ اب تو اس پر بہت حد تک قابو پا لیا گیا ہے لیکن اس زمانہ میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسے ایک بہت بڑی آفت قرار دیا جاتا تھا۔ اور حکومت کی طرف سے بڑی سختی سے انسدادی تدابیر پر عمل ہوتا تھا۔ اور ہرگز کبھی ہیضہ کے مریض کی نعش ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ خصوصاً ریلوے کے ذریعہ تو ایسے مریض کی نعش کسی دوسرے شہر منتقل کرنا محال تھا۔ کیونکہ ریلوے حکام اس وقت تک اس کی اجازت نہ دیتے تھے۔ جب تک سول سرجن کا سرٹیفکیٹ وجہ وفات کی تعیین نہ کرے اور ہیضہ یا اس قسم کی خطرناک وبائی امراض کا وجہ وفات بننا خارج از امکان نہ ہو جائے۔

اب یہ اللہ تعالیٰ کا عجیب تصرف ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا انتقال قادیان کی بجائے لاہور میں ہوا اور لاہور سے بٹالہ تک کا ۶۰ میل کا سفر بذریعہ ریل گاڑی کیا گیا۔ پس صرف یہی حقیقت اس ساری فرضی کہانی کو جھٹلانے کے لئے کافی ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب کی وفات ہرگز ہیضہ کی وبائی مرض سے نہیں ہوئی۔ اب جو چاہے ان من گھڑت قصوں پر یقین کر کے ایک فرضی فتح کے ڈھول بجاتا رہے۔ اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

آیئے اب ہم تاریخی شواہد کی روشنی میں اس مذکورہ مباہلہ کے خدوخال کا قدرے تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں تاکہ معلوم کر سکیں کہ فی الحقیقت حضرت مرزا صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری میں سے کون سچا اور کون جھوٹا نکلا۔ صرف تقویٰ اور خدا خوفی شرط ہے۔ اگر انسان تعصب سے پاک ہو کر سچی نظر سے واقعات کا مطالعہ کرے تو حقیقت کو پا لینا ہرگز مشکل نہیں۔ یہ جائزہ حسب ذیل تنقیحات کے مطابق کیا جا رہا ہے۔

(۱) :- حضرت مرزا صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے درمیان مباہلہ کا پس منظر کیا ہے؟

(۲) :- مباہلہ کی دعوت کس نے دی تھی اور کس نے قبول کی یا انکار کیا؟

(۳) :- مباہلہ کی وہ کونسی شرائط تھیں جو فریقین کے درمیان طے پا گئی تھیں؟

(۴) :- ان شرائط کی روشنی میں خدا تعالیٰ کی تقدیر نے کیا ظاہر فرمایا؟

مباہلہ کا تاریخی پس منظر

سب سے پہلے مباہلہ کا چیلنج حضرت مرزا صاحب نے اپنی تصنیف انجام آتھم مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں دیا۔ (دیکھئے انجام آتھم۔ روحانی خزائن جلد ۱۱)

اس وقت حضرت مرزا صاحب کی عمر ۶۲ سال تھی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ۲۹ سال کے نوجوان تھے۔ حضرت مرزا صاحب نے اس وقت کے جن علماء کو خصوصیت سے چیلنج دیا ان کی فہرست بھی اسی اشتہار میں جو کتاب انجام آتھم کے ساتھ منسلک تھا شائع کی۔ اس فہرست کے گیارہویں نمبر پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا نام لکھا ہوا موجود ہے۔

اس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب سالہا سال تک خاموش رہے۔ جب اس چیلنج کو تقریباً پانچ سال گذر گئے اور مولوی صاحب کے چیلنج نہ قبول کرنے پر مختلف احباب کی طرف سے ان پر دباؤ پڑنا شروع ہوا تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے پہلی بار کسی تحریر میں اس دعوت کو قبول کرنے کا ذکر کیا۔ اس کا تذکرہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب "اعجاز احمدی" میں کیا ہے۔ جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

"مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلہ کے لئے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے۔"

(اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۲۱)

باوجود اس کے کہ اس وقت مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری عمر میں حضرت مرزا صاحب سے ۳۳ سال چھوٹے تھے اور حضرت مرزا صاحب کی عمر اس وقت ۶۷ سال کی تھی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کرتے ہوئے اسی کتاب میں اس چیلنج کو قبول کرنے کا اظہار فرمایا لیکن ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا کہ:

"اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔"

(اعجاز احمدی۔ روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۴۸)

میں فیصلہ کُن نہیں ہو سکتی۔"

نیز لکھا کہ:۔

"اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے۔"

(اخبار اہلحدیث ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ ۔)

اسی پر بس نہیں بلکہ اسی اخبار میں حاشیہ میں نائب ایڈیٹر صاحب کی طرف سے حسبِ ذیل عبارت درج کی گئی جس کی بعد ازاں مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی تصدیق کی کہ:۔۔۔

"خدا تعالیٰ جھوٹے، دغا باز، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی بُرے کام کر لیں۔"

پھر مزید لکھا:۔

"یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔"

(دیکھئے اخبار اہلحدیث ۲۶ر اپریل ۱۹۰۷ء)

پس جہاں تک حضرت مرزا صاحب کی دُعائے مباہلہ المشتہر ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کا تعلق ہے اس شرط کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے، مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے فریق ثانی بننے سے صاف انکار کر دیا اور اس کے برعکس یہ مؤقف اختیار کیا کہ جھوٹے کو سچے کے مقابل پر زیادہ مہلت اور لمبی عمر عطا ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت مرزا صاحب کے وصال تک بغیر کسی تبدیلی کے مولوی ثناء اللہ صاحب اسی مؤقف پر قائم رہے بلکہ اور بھی زیادہ سخت الفاظ میں اس کی توثیق کی۔ چنانچہ اپنے رسالہ مرقع قادیان اگست ۱۹۰۸ء میں حسبِ ذیل عبارت شائع کر کے اپنے جھوٹا ہونے پر ہمیشہ کے لئے خود اپنے ہاتھ سے مہر تصدیق ثبت کر گئے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذّاب سے پہلے انتقال ہوئے۔ مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا...... مگر آخر کار چونکہ بے نیل مرام مرا اس لئے دُعا کی صحت میں شک نہیں۔"

(مرقع قادیانی اگست ۱۹۰۸ء)

اب بتائیں کیا خدا کا خوف رکھنے والا اسچائی کا طالب کوئی بھی انسان مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس تحریر کے بعد ایک لمحہ کے لئے بھی یہ تصوّر کر سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی دعوت مباہلہ المشتہر ۱۵ر اپریل ۱۹۰۷ء کو مولوی ثناء اللہ صاحب نے اسی طرح قبول کر لیا تھا یا اس بات میں ادنیٰ بھی شک کر سکتا ہے کہ اس اشتہار میں درج شدہ تجویز کے مطابق کہ اب آپ جو چاہیں اپنا مؤقف تحریر کر دیں دراصل اس بات پر مباہلہ کی منظوری دی کہ سچا، جھوٹے کی زندگی میں مرے گا نہ کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں۔

جہاں تک حضرت مرزا صاحب کا تعلق ہے آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی اس تجویز کا آخر تک رد نہیں کیا۔

مزید برآں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے یہ واضح کر دیا کہ جھوٹا نہ صرف یہ کہ سچے کے بعد زندہ رہے بلکہ بے نیل مرام اس دُنیا سے رخصت ہو۔ پہلی شرط کا پورا ہونا تو بالکل واضح ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان کی دوسری شرط بھی ان کے حق میں پوری ہوئی یا نہیں۔

چنانچہ اس دوسری شرط کے متعلق حسب ذیل حوالہ جات قابل غور ہیں۔

اخبار الاعتصام ۱۵ر جون ۱۹۶۲ء صفحہ ۸ پر لکھتا ہے:۔

"اگست ۱۹۴۷ء میں امرتسر نہایت قیامتِ صغریٰ کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ فسادات کے ہلاکت خیز طوفان نے مولانا کی اقامت گاہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہر چند کہ وہ اپنے دیگر عزیزوں کے ہمراہ سلامتی سے نکل آنے میں کامیاب ہو گئے لیکن ان کی آنکھوں کے سامنے ان کا جوان اکلوتا بیٹا عطاء اللہ جس بُری طرح ذبح کیا گیا اُس نے ان کے قلب و جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔"

مولوی عبد المجید صاحب سوہدروی سوانح نگار مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنی کتاب سیرت ثنائی مطبوعہ مقبول عام پریس لاہور میں لکھتے ہیں:۔

"آپ کا مکان کو چھوڑنا ہی تھا کہ بدمعاش لٹیرے جو اس انتظار میں گھات لگائے بیٹھے تھے، ٹوٹ پڑے، اور تمام سامان نقدی زیورات وغیرہ لوٹ کر لے گئے اور اس لوٹ کھسوٹ کے بعد مکان کو بھی نذرِ آتش کر دیا۔ لٹیروں نے اسی پر بس نہ کی، بلکہ آپ کا وہ عزیز ترین کتب خانہ جس میں ہزارہا روپے کی نایاب و قیمتی کتابیں تھیں اور جن کو آپ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے جمع کیا اور خریدا تھا، جلا کر خاک کر دیں۔ کتابوں کے جلنے کا صدمہ مولانا کو اکلوتے فرزند کی شہادت سے کم نہ تھا۔ یہ کتابیں حضرت کا سرمایۂ زندگی تھیں اور ان میں بعض تو اس قدر نایاب تھیں کہ ان کا ملنا ہی مشکل بلکہ ناممکن ہو چکا تھا۔

یہ صدمہ جانکاہ آپ کو آخری دم تک رہا اور حقیقت میں آپ کی ناگہانی موت کا سبب یہ دو ہی صدمات تھے، ایک فرزند کی اچانک شہادت اور دوسرے بیش قیمت کتب کی سوختگی چنانچہ یہ دونو صدمے تھوڑے عرصہ میں آپ کی جان لے کر رہے۔"

یہ حالات بڑے دردناک ہیں اور ہمیں اس نہایت دردناک انجام پر ہرگز خوشی نہیں بلکہ فی الحقیقت دلی ہمدردی ہے۔

لیکن افسوس کہ یہ مولوی کی خود اپنی زبان سے مانگی ہوئی وہ تقدیر تھی جس نے بہرحال پورا ہونا تھا۔ کیا بے نیلِ مرام موت کا نقشہ اس سے بہتر الفاظ میں کھینچا جا سکتا ہے۔

یہ تو تھی اس تاریخی مباہلہ کی حقیقت اور اس کا انجام۔ اب ہم ذرا حال کی طرف لوٹتے ہوئے اس امر کی بھی چھان بین کریں کہ آخر کیوں ان دنوں بعض علماء اس قدر جوش و خروش سے مسلمان عوام الناس کے سامنے اس پُرانے تاریخی مباہلہ کے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہے ہیں۔ آخر زمانۂ حال کا وہ کون سا واقعہ ہے جس سے شدید خائف اور ہراساں ہو کر وہ سو سالہ پُرانے اس مذکورہ مباہلہ کی چار دیواری میں قلعہ بند ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔

علماءِ عصرِ حاضر کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب والے مبیّنہ مباہلہ کی تشہیر کا پسِ منظر

۱۰ جون ۱۹۸۸ء بروز جمعۃ المبارک جماعتِ احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے اُن علماءِ دورِ حاضر کو جو احمدیت کے معاندین اور حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا اور مفتری قرار دینے والوں میں سرِ فہرست ہیں اور تکذیب کرنے والے گروہ کے لیڈروں میں ان کا شمار ہوتا ہے ایک تاریخی اہمیت کا مباہلہ کا چیلنج دیا جس کی تفاصیل دہرانے کی یہاں گنجائش نہیں، مختصراً اتنا بیان کرنا کافی ہوگا کہ اس چیلنج کے ذریعہ آپ نے احمدیت کے جھوٹی کے دشمنوں کو متوجہ کیا کہ آپ لوگ بڑی کثرت کے ساتھ احمدیت کے متعلق یہ جھوٹا پراپیگنڈہ کرتے چلے جاتے ہیں اور احمدیت پر یہ الزام لگا رہے ہیں۔ مَیں بحیثیت امام جماعت احمدیہ اس تحریر کے ذریعہ اعلان کرتا ہوں کہ اگر آپ ان الزامات میں سچے ہیں اور خدا کا خوف رکھتے ہیں تو بلا تردد آگے بڑھیں اور میرے ساتھ مباہلہ کی اس دُعا میں شامل ہو جائیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

اس مباہلے کی دعوت میں بعض احمدیت کے چوٹی کے معاندین کا اور بعض مخالف اخبارات کے ایڈیٹروں کا نام بنام ذکر کیا گیا اور معاندین کے سرِ فہرست اُس وقت کے صدر پاکستان جنرل ضیاءُ الحق صاحب کا نام لکھا۔

مزید برآں جھوٹے الزامات کی جو فہرست پیش کی اس میں یہ الزام بھی بطور خاص درج کیا کہ نام نہاد مولانا اسلم قریشی کو مرزا طاہر احمد اور جماعت احمدیہ نے قتل کروا دیا ہے۔

۱۰ر جون ۱۹۸۸ء کے اس اعلان کے بعد علماء نے جس طرح اس پر ردّ عمل کا اظہار کیا ہے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ آئے دن اخبارات میں ان کے اعلانات چھپتے رہتے ہیں۔ اور عامۃ الناس ان سے خوب باخبر ہیں۔ لیکن دو نہایت اہم اُمور کا تعلق چونکہ علماء کی اس تازہ مہم سے ہے۔ اس لئے

ان کا ذکر ضروری ہے۔

مباہلے کے چیلنج کے ایک ماہ بعد معینہ طور پر مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کے کشتۂ ستم مقتول، اسلم قریشی صاحب زندہ سلامت برآمد ہو گئے اور پاکستان کے طول و عرض میں عوام الناس پر یہ بات روشن ہو گئی کہ کم از کم اس الزام میں تو مولوی قطعی طور پر جھوٹے نکلے۔ اس سے شدید اپ سیٹ ہو کر عوام الناس کی توجہات کا رُخ پلٹنے کی خاطر علماء نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری والے مباہلہ کا اپنے انداز میں ذکر کر کے اپنی اپ سیٹ پر پردہ ڈالنے کی کوشش شروع کی۔

لیکن ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی طرف سے واشگاف الفاظ میں یہ اعلان بھی کیا گیا کہ اگر جنرل ضیاء الحق صاحب تحریری لفظوں میں مباہلے کی قبولیت کا اعلان نہ بھی کریں تو بھی ان کی خاموشی اس صورت میں قبولیت کیا اعلان کے مترادف سمجھی جائے گی کہ وہ احمدیوں کے ساتھ ظلم و ستم کا سلوک روا رکھنے کی کارروائی کو جاری رکھیں اور اس سے توبہ نہ کریں۔

(دیکھئے خطبہ جمعہ یکم جولائی ۱۹۸۸ء)

کچھ عرصہ انتظار کے بعد جب پاکستان میں دوسری باتوں کے علاوہ محض مباہلہ کے اشتہار تقسیم کرنے کے نتیجہ میں ہی ضیاء صاحب کی حکومت نے کثرت سے مظالم شروع کئے اور سینکڑوں احمدیوں کو اس جرم میں پکڑ کر ان پر مقدمات کئے گئے اور جیلوں میں ٹھونسا گیا تو بالآخر ۱۲؍ اگست ۱۹۸۸ء کے خطبہ جمعہ میں امام جماعت احمدیہ نے واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ چونکہ جنرل ضیاء صاحب نے اپنے عمل کے ذریعہ اس مباہلہ کو قبول کر لیا ہے اور ظلم سے باز آنے کی بجائے اس میں آگے بڑھ گئے ہیں اس لئے اب وہ خدا تعالیٰ کی پکڑ سے کسی صورت میں بچ نہیں سکتے اور مباہلہ کے نتائج ان کے متعلق ضرور ظاہر ہوں گے۔

۱۲؍ اگست ۱۹۸۸ء کے اس خطبہ جمعہ کے چند روز بعد ہی جنرل ضیاء الحق صاحب اپنے بعض فوجی رفقاء کار اور پاکستان میں امریکی سفیر اور پاکستان میں سی۔ آئی۔ اے کے امریکی نمائندہ سمیت ایک ہولناک ہوائی حادثہ کا شکار ہو کر لقمۂ اجل بنے۔

اوپر تلے ان دو واقعات کے ظاہر ہونے کے نتیجہ میں احمدیت کے مخالف علماء میں سراسیمگی پھیل گئی اور اپنی خفت کو مٹانے کے لئے اور عوام کی توجہ دوسری طرف مبذول کروانے کی خاطر پہلے سے زیادہ جوش و خروش سے اُنہوں نے بانیٔ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے درمیان مبینہ مباہلہ کی تشہیر شروع کر دی ☆

ایمان افروز واقعات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ہے:-

"میری خواہش ہے کہ ہم تحدیث نعمت کے طور پر جماعت احمدیہ کے پہلے صد سالہ جشن تشکر کے موقعہ پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصدیق میں ظاہر ہونے والے اَن گنت نشانات کے منتخب نمونوں پر مشتمل ایک کتاب شائع کریں جو احمدیت کی صداقت پر ایک روشن و زندہ نشان کی حیثیت رکھتے ہیں۔"

احباب جماعت ہائے احمدیہ بھارت سے درخواست ہے کہ مندرجہ ذیل عنوانات یا اسی قسم کے جماعتی اور انفرادی ایمان افروز واقعات معیّن رنگ میں تاریخ و سن اور ثبوت کے ساتھ صاف اور خوشخط لکھ کر جوبلی دفتر کو جلد بھجوا دیں تاکہ وکالتِ تبشیر لندن کو بغرض اشاعت بھجوائے جا سکیں۔ مقبولیت دعا۔ دشمنوں سے حفاظت۔ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے واقعات۔ رؤیا و کشوف کے ذریعہ تائیدی نشانات وغیرہ کی تفصیل (مرزا وسیم احمد صدر جوبلی کمیٹی قادیان)

اطلاع

جملہ احباب جماعت کی خدمت میں اطلاع دی جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے امسال جلسہ سالانہ قادیان ۱۹۸۸ء میں ہمارے بیرونی ممالک کے مہمانوں کی شمولیت کے لئے حکومت ہند نے تقریباً ڈیڑھ ماہ قبل اجازت دے دی ہے اور بیرونی ممالک کے بھارتی سفارت خانوں کو حکومت ہند کی طرف سے جلسہ سالانہ کے ایام میں قادیان کا ویزہ دینے کی ہدایت بھجوا دی گئی۔ بیرونی ممالک کے احمدیہ مشنوں کو نظارت ہذا کی جانب سے بھی اس کی اطلاع بھجوائی جا چکی ہے۔ احباب جماعت سے جلسہ سالانہ کی کامیابی کے لئے مخصوص دُعا کی درخواست ہے۔

ناظر امور عامہ قادیان

ضروری اعلان بابت تاریخی تصاویر

صد سالہ جشنِ تشکر کے موقع پر نمائش کے سلسلے میں جوبلی دفتر کو تاریخی تصاویر کی ضرورت ہے۔ بعض دوست کے پاس حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے دور کی کوئی تاریخی تصاویر یا تقسیم ملک سے قبل کے وقار عمل کی تصاویر ہوں تو جوبلی دفتر قادیان کو ارسال کر کے ممنون فرما دیں۔

سیکرٹری جوبلی کمیٹی قادیان

اعلان دُعا

مکرم بشیر الدین اللہ دین صاحب سکندرآباد سے تحریر کرتے ہیں کہ مکرم یوسف احمد اللہ دین صاحب کی طبیعت ناساز چلی آ رہی ہے بلکہ تشویشناک صورت اختیار کر رہی ہے۔ بار بار پیشاب آتا ہے۔ ایک بار پیشاب کرنے کے لئے اُٹھے تو کمزوری کے باعث گر گئے اور کولہے پر سخت چوٹ آئی ہے۔

احباب سے درخواست دُعا ہے کہ مکرم سیٹھ یوسف احمد اللہ دین صاحب کو اللہ تعالیٰ جلد مکمل شفاء کاملہ عاجلہ عطا کرے۔ اور صحت و تندرستی والی درازیٔ عمر نصیب ہو۔ آمین۔ اہلیہ مقامی

اعلان نکاح اور تقریب شادی و رخصتانہ

مورخہ ۳/۱۱/۸۸ کو بعد نماز عصر مکرم مولوی سید فضل عمر صاحب سابق مبلغ سلسلہ نے مکرم مولوی فیض احمد صاحب کارکن مدرسہ احمدیہ قادیان کا نکاح مکرمہ فہمیدہ خاتون صاحبہ بنت مکرم شیخ جمال صاحب ساکن سونگڑہ کے ہمراہ مبلغ ۵۰۰۱/- روپے حق مہر پر پڑھا۔ اسی روز تقریب رخصتانہ عمل میں آئی۔ احباب جماعت کی خدمت میں اس رشتہ کے ہر جہت سے بابرکت ہونے کے لئے دُعا کی درخواست ہے۔ اس خوشی کے موقعہ پر مکرم مولوی فیض احمد صاحب نے اعانت بدر میں مبلغ ۱۰/- روپے ادا کئے ہیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیراً۔

خاکسار۔ نواب احمد گنگوہی مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

مورخہ ۱/۱۱/۸۸ کو احاطہ دار الضیافت ربوہ میں مکرم کے زین الدین صاحب حامد مالاباری مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان کی تقریب شادی عمل میں آئی تلاوت قرآن مجید و نظم خوانی اور دُلہا کی گلپوشی کے بعد مکرم محمد شفیع صاحب اشرف سیکرٹری حدیقۃ المبشرین ربوہ نے دُعا کرائی۔ اگلے روز مکرم کے زین الدین صاحب نے دعوۃ ولیمہ کا انتظام کیا جس میں ۱۰۰ مرد و زن کو مدعو کیا گیا۔ یاد رہے کہ قبل ازیں مورخہ ۲/۷/۸۸ کو موصوف کا نکاح عزیزہ شاہدہ مبارکہ بنت مکرم ملک نذیر احمد صاحب پشاوری درویش مرحوم کے ساتھ ہو چکا تھا۔ قارئین بدر سے ہر دو رشتوں کے طرفین کے لئے بابرکت اور مثمر بہ ثمرات حسنہ ہونے کیلئے دُعا کی درخواست ہے (ادارہ)

دعائے مغفرت

افسوس کہ خاکسار کی اہلیہ مکرمہ سکینہ بیگم صاحبہ بنت مکرم راجہ ایوب خاں صاحب سکنہ باڑی پورہ کشمیر مورخہ ۸۸-۱۱-۳ کو بعمر ۴۸ سال باڑی پورہ میں وفات پاگئیں۔ اسی روز احمدیہ قبرستان باڑی پورہ میں تدفین عمل میں آئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ ایک عرصہ سے دمہ کے عارضہ میں مبتلا تھیں۔ ماہ مارچ میں اپنے عزیز و اقارب سے ملنے کے لئے باڑی پورہ گئی تھیں اور وہیں پر وفات ہوگئی۔ مرحومہ نیک دیانتدار ملنسار اور وفا کرنے والی، نماز کی پابند، چندوں میں باقاعدہ حصہ لینے کے علاوہ کئی خوبیوں کی مالک تھیں۔ ان کی وفات عزیز و اقارب اور خاکسار کے لئے عظیم صدمہ ہے۔ قارئین بدر سے مرحومہ کی مغفرت بلندی درجات نیز جملہ لواحقین کو صبر جمیل عطا ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

(خاکسار فتح محمد درویش نانبائی)

ولادت

خاکسار کے بیٹے جمیل احمد امینی سلمہ اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ۲۳ ر نومبر ۱۹۸۸ء کو پہلی بچی عطا فرمائی ہے۔ بچی کا نام فرحت نسرین ناز تجویز کیا گیا ہے۔ نومولودہ مکرم داؤد علی خاں صاحب مرحوم سور کی نواسی ہے۔ احباب کرام اس بچی کے نیک صالح اور خادم دین ہونے کے لئے دعا کریں۔ خاکسار [illegible] قادیان

أَفْضَلُ الذِّكْرِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ
(حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم)

منجانب: ماڈرن شو کمپنی ۳۱/۵/۶ لوئر چت پور روڈ کلکتہ ۷۰۰۰۷۳

MODERN SHOE CO

31/5/6 LOWER CHITPUR ROAD

PHONE:- 275475
RESI:- 273903
CALCUTTA-700073

AUTHORISED JEEP — Mahindra — JOBBERS PARTS

AUTHORISED DISTRIBUTORS — AMBASSADOR, MEKKER, LEFORD, CONTESSA

AUTHORISED DEALERS — PERKINS

تار کا پتہ:- "AUTOCENTRE"

ٹیلیفون نمبر:- 29—5222 / 28—1552

ہر قسم کی گاڑیوں پیٹرول و ڈیزل کار۔ ٹرک بس جیپ اور ماروتی کے اصلی پرزہ جات کے لیے ہماری خدمات حاصل کریں۔

AUTO TRADERS

16, MANGOE LANE, CALCUTTA - 700001

آٹو ٹریڈرز
۱۶ مینگو لین کلکتہ ۷۰۰۰۰۱

قائم ہو پھر سے حکم محمد جہاں میں　　ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خدا کرے

رائچوری الیکٹریکلس (الیکٹرک کنٹریکٹرز)

RAICHURI ELECTRICALS.

(ELECTRIC CONTRACTORE)

TARUN BHARAT CO-OP. HOUSE SOCT

OPP. CIGARETTE HOUSE ANDHERI (EAST)

BOMBAY - 400099

PHONE OFFICE :- 6348179
RESI :- 629389

اَلْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ

ہر قسم کی خیر و برکت قرآن مجید میں ہے۔
(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

THE JANTA　　PHONE - 279203

CARDBOARD BOX MFG. CO.

MANUFACTURERS OF ALL KINDS OF CARDBOARD CORRUGATED BOXES & DISTINCTIVE PRINTERS

15, PRINCEP STREET - CALCUTTA - 700072

خالص اور معیاری زیورات کا مرکز

الرحیم جیولرز

پروپرائیٹر: سید شوکت علی اینڈ سنز

پتہ:

خورشید گولڈ مارکیٹ حیدری نارتھ ناظم آباد کراچی فون نمبر ۶۲۹۴۳۳

حاجتیں پوری کریں گے کیا تیری عاجز بشر
کر بیاں سب حاجتیں حاجت روا کے سامنے
(درثمین)

AUTO WINGS,

15, SANTHOME HIGH ROAD

MADRAS-600004

PHONE 76360 / 74350

آٹو ونگس

یَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوْحِیْ اِلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ

تیری مدد وہ لوگ کریں گے جنہیں ہم آسمان سے وحی کریں گے!

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

پیشکش:۔ کرشن احمد گوتم (احمدابٹ برادرس) سٹاکسٹ جیون ڈریسز۔ مدینہ میدان روڈ۔ بھدرک ۔ ۷۵۶۱۰۰ (اڈیسہ)

پروپرائیٹر:۔ شیخ محمد یونس احمدی ۔ فون نمبر ۔ ۲۹۴

"بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے!"

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

SK. GHULAM HADI & BROTHERS, READYMADE GARMENTS DEALERS
CHANDAN BAZAR BHADRAK DISTT, BALASORE (ORISSA)

"فتح اور کامیابی ہمارا مقدر ہے" (ارشاد حضرت ناصر الدین رحمہ اللہ تعالیٰ)

گڈ لک الیکٹرانکس	احمد الیکٹرانکس
انڈسٹریز روڈ۔ اسلام آباد (کشمیر)	کورٹ روڈ۔ اسلام آباد (کشمیر)

امپیریا ٹیپ ریکارڈر، ریڈیو، ٹی وی آڈیو شاپ پنکھوں اور سلائی مشین کی سیل اور سروس

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

- بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو، نہ ان کی تحقیر۔
- عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو، نہ خود نمائی سے ان کی تذلیل
- امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو، نہ خود پسندی سے ان پر تکبر۔

(کشتی نوح)

M. MOOSA RAZA SAHEB & SONS
6-ALBERT VICTOR ROAD FORT
GRAM MOOSARAZA
PHONE 602556
BANGALORE - 560002

"پندرھویں صدی ہجری غلبۂ اسلام کی صدی ہے۔"

(حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ)

پیشکش:۔

SAIRA Traders
WHOLE SALE DEALER IN HAWAI & P.V.C. CHAPPALS
SHOE MARKET
NAYAPUL HYDERABAD - 500002
PHONE NO - 522860

"قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے" (ملفوظات جلد ششم صفحہ ۳۱)

ٹیلیگرام:۔ "ALLIED"

الائیڈ پروڈکٹس

سپلائرز:۔ کرشنگ بون۔ بون میل۔ بون سینیوس اور ہارن ہونس وغیرہ

پتہ:۔

(نمبر ۲/۲۴ ۲/۲ عقب کاچی گوڑہ ریلوے سٹیشن حیدرآباد ۲۷ (آندھراپردیش)

"ہمارا کوئی دین بجز اسلام نہیں!"

(الحکم جلد ۳ صفحہ ۲۹)

NIR®

CALCUTTA-15

پیش کرتے ہیں:۔ آرام دہ مضبوط اور دیدہ زیب ریشیٹ ہوائی چپل، ہیئر ربر پلاسٹک اور کینوس کے جوتے!